اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناشر

بی اماں فاؤنڈیشن، گونڈہ۔ دارالرشید، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

بار اول

۱۴۳۴ھ - ۲۰۱۳ء

نام کتاب	:	اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نام مصنف	:	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صفحات	:	۶۰
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
قیمت	:	50 روپے

ملنے کے پتے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، فون 0522-2741539

مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، امین آباد، لکھنؤ، فون 9415912042

مکتبہ ندویہ، احاطہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ، فون 9335070285

مکتبہ احسان، مکارم نگر، لکھنؤ، فون 9793118234

الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ. 0522-2610443

ناشر

بی اماں فاؤنڈیشن، گونڈہ - دار الرشید، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست مضامین

پیش گفتار	۶
مقدمہ	۱۲
سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۶
بعثت محمدی کی خصوصیات	۱۶
آخری نبی کے امی ہونے کی حکمت	۱۷
بعثت محمدی کی ابدیت اور عالمگیریت	۱۸
خدائی تربیت	۱۹
ربانی تربیت اور اس کی حکمتیں	۲۰
رفیقۂ حیات سے مدد اور تقویت	۲۱
بلند خاندانی اقدار	۲۱
تمدنی اثرات سے حفاظت	۲۲
اللہ کی طرف سے سامان تقویت و تسکین	۲۲
آپ کے ساتھ صحابہ کی تربیت	۲۴
جانثاران نبی و شریعت	۲۶
اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷
مکمل نیابت	۲۷
جاں نثاری اور محبت و فدائیت	۲۷
تاریخ انسانی میں کوئی مثال نہیں	۲۹
دین اسلام کا معیاری نظام	۳۱
مثالی جماعت	۳۲
آئینہ قدس کا عکس	۳۴

اطاعت وفدائیت کا اعلیٰ ترین معیار	۳۵
سابقین اولین	۳۶
عشرہ مبشرہ	۳۶
خلفاء راشدینؓ صحیح اسلامی نظام کے لیے نمونہ	۳۷
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: منشائے نبوی و مزاج نبوی	۳۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اسلامی نظام کی خدمت	۳۸
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: دولت اسلامی مقاصد میں	۳۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تربیت	۴۰
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۴۱
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ	۴۱
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ	۴۱
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ	۴۲
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۴۲
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ	۴۲
دیگر چند اہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم	۴۳
حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۴۳
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۴۳
حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۴۴
حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۴۴
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۴۵
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	۴۶
حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ	۴۶
حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ	۴۷
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۴۷

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ	۴۷
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۴۷
حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	۴۸
حضرت خباب رضی اللہ عنہ	۴۸
حضرت بلال رضی اللہ عنہ	۴۸
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۴۹
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ	۴۹
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۴۹
حضرت ارقم بن أبی الارقم رضی اللہ عنہ	۵۰
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۵۰
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	۵۱
حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ	۵۱
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۱
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	۵۲
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	۵۲
حضرت ابوسفیان ومعاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما	۵۲
چند کم عمر صحابہؓ	۵۴
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۵۴
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۵۴
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۵۵
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۵۵
حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما	۵۵
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۵۶

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد بن عبد الله الأمين، و على آله وصحبه الغر الميامين أجمعين، وبعد۔

(۱)

علم وحلم، سنجیدگی ومتانت اعلیٰ انسانی اخلاق جوہر ہیں، لیکن ان کا کوئی انسانی پیکر نہیں ہے۔

طہارت وپاکیزگی، بے لوث زندگی، پرخلوص اعمال نے کبھی مجسم ہوکر انسانی دنیا میں اپنا جلوہ آشکارا نہیں کیا ہے۔

دراندیشی، دوربینی، زیرکی، وہوشمندی کے اثرات قلب پر وارد ہوتے ہیں، ان کے آثار نگاہوں سے نظر آتے ہیں لیکن انہوں نے قالب انسانی کا روپ نہیں دھارا ہے۔

ایمان وایقان، عزم راسخ، صبر ورضا، توکل بلند صفات ہیں، لیکن چاند وسورج کی آنکھوں نے کبھی انہیں اپنے پیروں چلتا ہوا نہیں دیکھا ہے، لیکن نہیں، ایک بار صرف ایک بار، آج سے چودہ سو سال قبل کائنات نے ان انسانی جواہر کو پہلوئے آمنہ سے ہویداء کی صورت میں اپنی کھلی آنکھوں دیکھا، صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً، برتا، پرکھا اور کھرا پایا۔

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی أطال الله بقاء ه وبارك في عمره اسی شجرۂ طوبیٰ کی ایک پھل دار وسایہ دار شاخ ہیں، جس سے شجرۂ طوبیٰ کی بہاروں کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

سمندر نے اپنی گہرائیوں میں کیسے کیسے انمول موتی رکھ چھوڑے ہیں، اس کا اندازہ خود سمندر کو بھی نہیں ہوتا، افراد کا معاملہ بھی کچھ اسی سے قریب تر ہے، بانصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے کو پالیا ہے، لیکن یہ خود آگہی کی منزل اتنی آسانی سے طے نہیں ہوتی، جب تک خدا آگہی کی کھائی پار نہ کرلی جائے، خدا آگہی سے خود آگہی کے دروازے کھلتے ہیں، اور کہنا پڑے گا کہ کامیابیوں نے اور

www.abulhasanalinadwi.org

توفیق الٰہی نے ان کی شخصیت کو نقطۂ عروج تک پہنچا کر ایک ادارہ اور ایک انجمن کے مقام پر لا کھڑا کیا ہے، رشک کرنے کی جائے ہے۔

مولانا ساٹھ سال سے زندگی کے دھارے میں شامل ہیں، بصیرت، حقائق بینی، فطرت انسانی کا گہرا مطالعہ، اسی زندگی کی دوڑ دھوپ میں کیا ہے، وہ زندگی سے دور کبھی تماش بین نہ رہے، زندگی ان سے بچ کر نہیں نکلی، اس کا دامن مولانا کے ہاتھ میں ہمیشہ رہا ہے۔

(۲)

مولانا کے قلم گہر بار نے ہزاروں صفحات پر موتی رولے ہیں، اردو، عربی دونوں زبانوں کو اپنے افکار و خیالات سے مالا مال کیا ہے، فکر اسلامی کے رواں دواں قافلہ میں ہمیشہ قیادت وسیادت کے شہ نشین رہے، مولانا نے بہت لکھا ہے، مسلسل لکھا ہے، اور اس پیری میں بھی مولانا کا اشہب قلم جواں سال ہے، اپنی برق رفتاری سے سوئے منزل چلا جا رہا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے اس میں مولانا کا اپنا خاص ڈھنگ ہے، ایک خاص اسلوب کے بانی و موجد ہیں، اکثر موضوعات ایسے ہوتے ہیں جو سامنے کی بات معلوم ہوں؛ لیکن مولانا کا کمال یہ ہے کہ وہ عام باتوں کا خاص پہلو اجاگر کر دیتے ہیں، نامانوس موضوعات کو مانوس ومحسوس بنا دیتے ہیں، اور وہ عناوین جن پر اضافہ مشکل ہے مولانا ان میں تازگی اور نیا پن پیدا کر دیتے ہیں، اور پڑھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے یہ تو سامنے کی بات تھی مگر میری نگاہوں سے اوجھل تھی، یا کوئی بھولی بسری بات تھی اب یاد آ گئی۔ مولانا اپنی بات کچھ اس انداز سے کہتے ہیں کہ سننے والا کسی ذہنی نامانوسیت اور نفسیاتی بعد کا شکار نہیں ہوتا؛ بلکہ صاحب تحریر کے ساتھ قاری کی اپنی بھی چاہت پھرت ہوتی ہے۔

مولانا اپنے قاری پر نہ گرجتے ہیں، نہ کڑکتے ہیں کہ قاری سہما سہما رہے، نہ پرشکوہ الفاظ اور بوجھل جملوں کی ایسی لڑی لگاتے ہیں کہ قاری اپنے کو اس بوجھ تلے دبا محسوس کرے، مولانا کی تحریروں میں اثر، صداقت وسادگی کی دین ہے، لب ولہجہ کی یہی سادگی وشیرینی مولانا کی انفرادیت کی تشکیل کرتی ہے، اور امتیازی شان پیدا کرتی ہے، مولانا اپنے مخاطب کو خوب پہچانتے ہیں کہ ایک داعی کو اپنا مخاطب ضرور پہچاننا چاہئے، لہذا مولانا کا طرز تخاطب داعیانہ ہے، انداز گفتگو حکیمانہ وعارفانہ ہے، نہ شکوہ وشکایت ہے، نہ مرثیہ ونوحہ، نہ جھنجھلاہٹ وبے چینی کا اظہار ہے، مولانا کی تحریروں میں واقعیت اور حقیقت کا چراغ پوری آب وتاب کے ساتھ فروزاں ہے، اس کی معصوم آنچ سے گزرنے والا حرارت ایمانی کی لذت سے سرشار ہو جاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

عام طور پر صحابہ کرامؓ کی سیرت وسوانح پر کام کرنے والے مناظرانہ رویہ کرلیتے ہیں یا حالات سے مجبور ہوکر انہیں ایسا کرنا پڑتا ہے، لیکن مولانا اپنے مطالب کو اس ندرت سادگی سوز دروں کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ وہ قاری کے دل ونظر دونوں کو اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں۔

(۳)

نسل انسانی کی ایک جماعت قرآن کے زیرسایہ نبوی تربیت میں ایسی سنور کر نکلی جنہیں ہم صحابہ کرامؓ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتے ہیں، اولاد آدم کی یہ پہلی جماعت ہے جو اس تربیت کے نتیجہ میں تاریخ عالم میں پہلی بار صرف اپنی عظمتوں کی بنیاد پر خود کھڑی نظر آتی ہے، اب اسے دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں رہی، مولانا نے جس پیرایہ میں اس مقدس جماعت کی زندگی کی جھلک دکھلائی ہے، یہی طرہ امتیاز کسی بھی تحریر کو ابدیت وآفاقیت بخشنے کے لئے کافی ہے۔

"قرآن مجید اور حضور ﷺ کی صحبت سے صحابہ کرام میں ایمان واطاعتِ احکام الٰہی کا ایسا مزاج بن گیا تھا جیسا فطرت انسانی میں پیدائشی طور پر ہوتا ہے کہ ان سے ایمان کی کمزوری یا اطاعت میں کوتاہی کی گنجائش نہیں رہی تھی، ان کی طرف سے کامل اطاعت کا ظہور سخت سے سخت موقع پر ہوا اور ان کو ایمان اور اطاعتِ رسول ﷺ کے کئی سخت امتحانوں سے گزرنا پڑا اور وہ ان سب میں کامیاب ہوئے، جس کے تین نمونے سب سے زیادہ سخت رہے؛ ایک بدر کا معرکہ کہ مسلمانوں کو اپنی تعداد کی کمی کا پورا احساس تھا اور تدبیر جنگ کے لحاظ سے اپنی ناکامی اور شکست کا پورا خطرہ محسوس ہو رہا تھا اور اس جنگ سے بچنے کا موقع بھی تھا کہ یہ مشورہ دیتے کہ مدینہ لوٹ جائیں، وہاں مضبوطی رہے گی؛ لیکن اپنے نبی کی بات مانی اور شکست کا خطرہ ہوتے ہوئے بھی تیار ہوگئے، دوسرا بڑا امتحان خندق کا معرکہ تھا جہاں نصف مہینے نہایت ہمت شکن حالات میں میدان جنگ میں ڈٹے رہنے کا امتحان تھا جس کی سختی کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے، اور تیسرا امتحان صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا جس میں ان کے ذہنوں پر سخت ترین بوجھ پڑا، اور انہوں نے اف نہیں کیا"۔

تحریر کی سادگی قاری کو اپنے ساتھ کشاں کشاں لیے چلی جارہی ہے، دماغ کے دریچہ کھل رہے ہیں، کسی مافوق الفطرت جماعت کا ذکر نہیں ہو رہا ہے، امتحانوں اور آزمائشوں کی بھٹی میں تپ کر تیار ایک ایسی انسانی جماعت کا ذکر ہے جسے خطرات کا احساس ہے، اپنے گرد وپیش کے حالات کا بخوبی علم ہے، اور ان خطرات سے بالکل صاف بچ نکلنے کا موقع ہے؛ لیکن اطاعت

www.abulhasanalinadwi.org

نبی اپنی جان پر مقدم ہے، یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً۔

''آپ ﷺ سے جو جتنا زیادہ قریب رہا اس کو اتنی زیادہ اولیت حاصل ہوئی، آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رہے، کہ جن سے آپ کی رفاقت اور دوستی نبوت سے پہلے سے تھی، وہ تقریبا آپ کے ہم عمر تھے، صرف دو ڈھائی سال چھوٹے تھے، حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس دین اسلام کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کی ذمہ داری سب سے پہلے آپ کو ملی اور آپ خلیفۂ اول ہوئے، پھر اسی ترتیب سے آپ کے بعد تین دیگر خلفاء ہوئے جو آپ کے سچے جانشین ہوئے اور خلفائے راشدین کہلائے، ان سب کے ذریعہ خلافت راشدہ یعنی اعلی معیار کی خلافت کا سلسلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ۳۰ سال تک جاری رہا اور حضور ﷺ نے وحی کے ذریعہ جو اخلاق وصفات اور زندگی کی مختلف ذمہ داریوں میں جو طریقۂ عمل اختیار کیا تھا اور اپنے صحابہ کو اس کی تربیت دی تھی اس کے مطابق اسلامی دستور حیات کو صحابہ کرام کے ذریعہ بے کم وکاست جاری کیا جاتا رہا جس کے ذریعہ آئندہ کے لئے ایک اعلی نظیر بن گئی اور دین صحیح کا راستہ روز روشن کی طرح مقرر ہو گیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ بن گیا''۔

ایک ایک لفظ نگینہ کی طرح جڑا ہوا ہے، آنکھیں اگر بینائی سے محروم نہیں، دل ایمان کے نور سے خالی نہیں، تو بات سمجھنی دشوار نہیں، حضور سے قربت کسی جاہ وجلال مال ومنال کے سبب نہ تھی، اور نہ وہاں اس کی گنجائش ہی تھی، وہاں تو قربانیوں کا مطالبہ ہے، سیم وزر سے دوری وبے زاری مطلوب ہے، یہاں قرب ہے تو صرف کسب فیض کے لیے، رفاقت ہے تو رب کی رضا جوئی کے لیے، یہ کارنامہ ہے نبوت کا، جو قلب منیب وفطرت سلیم لے کر قریب ہوا کندن بن گیا، امت کی ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دہی کے لائق بن گیا۔

(۴)

صحابہ کرامؓ رشکِ آسمان ہیں، قوام انسانیت ہیں، خاک سے اٹھی نورانی جماعت ہے، کہ اس جیسی جماعت کو آسمان کی نگاہوں نے نہیں دیکھا، اور بقول علامہ ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کہ اگر تاریخ کی متواتر شہادتیں نہ ہوتیں تو ایک شاعرانہ تخیل اور فرضی افسانہ معلوم ہوتا۔

علامہ ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اپنی کتاب ''دو متضاد تصویریں'' میں ایک جگہ لکھا ہے اور کیا خوب لکھا ہے:

''آپ کے تیار کیے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہکار ہے اور نوع انسانی کے لئے باعثِ شرف وافتخار ہے، انسانیت کے مرقع میں بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دلکش ودل آویز تصویر نہیں ملتی، جوان کی زندگی میں نظر آتی ہے، ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی، ان کی بے نفسی، خدا ترسی، ان کی پاکبازی، پاکیزگی، ان کی شفقت ورافت، اوران کی شجاعت وجلادت، ان کا ذوق عبادت اور شوقِ شہادت، ان کی شہسواری اوران کی شب زندہ داری، ان کی سیم وزر سے بے پروائی اوران کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل، ان کا حسن انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، نبوت کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جو انسانی افراد تیار کئے ان میں ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ کی متواتر شہادتیں نہ ہوتیں، تو ایک شاعرانہ تخیل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا، لیکن اب وہ ایک تاریخی حقیقت اور ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعت کو تیار کیا، اور جو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے حقیقی وارث ہوئے اور جنہوں نے منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اپنے مضبوط کاندھوں پر اٹھالیا وہ انسانیت کی پیشانی پر سب سے زیادہ تابندہ ستارہ ہے جو قیام قیامت تک درخشاں رہے گا، اور درحقیقت آپ ﷺ کا سب سے روشن کارنامہ ہے، یہ تربیت نبوی کے شاہکار ہیں، انہوں نے بھٹکی ہوئی انسانیت کے گلہ کی ایسی نگہبانی کی ہے جو اب مثال بن چکی ہے، علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے:

''ان بشری لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود جو انسانیت کا لازمہ مجموعی حیثیت سے انبیا علیہم السلام کے علاوہ افراد انسانی کا کوئی مجموعہ اور انسانوں کی کوئی نسل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر سیرت وکردار کی نظر نہیں آتی۔

(منقول ''دو متضاد تصویریں'' ص ۴۶ مفتاح السنہ)

مولانا مدظلہ کا اندازِ کلام واسلوب تحریر بھی ملاحظہ ہو۔

''جس نے بھی قریب سے دیکھا اور سنا وہ صرف متاثر ہی نہیں ہوا، بلکہ دل وجان سے آپ کا کہنا ماننے والا بن گیا، اور آپ پر فدا ہونے کے لئے تیار ہو گیا، اور یہ حالت صرف دو چار آدمیوں کی نہیں ہوئی، بلکہ جس نے بھی آپ کو دیکھا سنا اور سمجھا اس کی

یہی کیفیت ہوگئی، اس طرح آپ کی دعوتی زندگی کی ۲۳ سالہ مدت میں ایمان والوں کی ایسی جماعت تیار ہوگئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہی جماعت آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی پوری نیابت کرنے والی بن گئی، اور آپ کے مشن کو اس نے پوری دیانت وامانت اور مکمل توجہ سے جاری رکھا"۔

(۵)

یہ کتابچہ دراصل مولانائے محترم کی کتاب "رہبر انسانیت" کا آخری باب ہے جس میں مولانا محترم نے صحابہؓ کا تذکرہ اصحاب رسول اللہ کے زیر عنوان کیا ہے، خود مولانا محترم نے اس کتابچہ میں جزوی اضافہ ومعمولی تبدیلی فرمائی ہے، اصل کتابچہ سے پہلے مولانا محترم ہی کا ایک مقالہ جو بعنوان "سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تھا، اس کا اضافہ کردیا گیا ہے تاکہ کڑیاں آپس میں جڑی رہیں، اور کہیں کہیں ذیلی عناوین لگانے کی بھی جسارت کی گئی ہے۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ کی مثالی ماں کے نام سے موسوم تعلیمی اور ثقافتی میدان میں سرگرم عمل ادارہ "بی اماںؒ فاؤنڈیشن" کے لئے بہت ہی خوش بختی وسعادت کی بات ہے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم کا کتابچہ قارئین واصحاب ذوق ونظر کے سامنے پیش کررہا ہے، اسی کے ساتھ فاؤنڈیشن مولانا محمد وثیق ندوی صاحب کا شکر گذار ہے کہ موصوف نے اس بابت توجہ دلائی، اور مکمل تعاون کیا؛ بلکہ صاف کہنا چاہئے کہ انہیں محترم کی سعی وبھاگ دوڑ سے یہ کتابچہ شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے، فجزاه الله أحسن الجزاء ونفع به الأمة۔

محمد خالد گونڈوی ندوی

استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۰؍جنوری ۲۰۱۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد بن عبد الله الأمين، و على آله وصحبه الغر الميامين أجمعين، وبعد۔

دینِ اسلام جس کو اسلام کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانِ نبوت سے ملا اور اس کو تمام عالم کے لیے اور دنیا باقی رہنے تک تمام انسانوں کے لیے طے کر دیا گیا اور اس کے ماننے والوں کو تمام انسانوں کا رہنما اور نگراں بنا دیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ﴾ [سورہ حج: ۷۸] (اس نے تم کو اور امتوں سے ممتاز فرمایا اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر ہمیشہ قائم رہو، اللہ نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے، نزول قرآن سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تا کہ تمہارے قابل شہادت اور معتبر ہونے کے رسول گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو، سو تم لوگ نماز کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو، وہ تمہارا کارساز ہے؛ سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیا اچھا مددگار ہے)۔ اور دین کے اعمال یعنی شریعت کو خاتم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل فرما دیا گیا اور اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حکم سے پختہ کیا ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ واتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلا﴾ [سورہ نساء: ۱۲۵] (اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا دین کس کا ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو، اور وہ ملت ابراہیمی کا اتباع کرے جس میں کجی کا نام نہیں اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنایا تھا)۔ دین اسلام کو اس طرح مکمل شریعت بنا دیا گیا کہ اس میں آپ کے بعد نہ کوئی ترمیم ہوگی اور نہ کسی نبی بھیجے جانے کی ضرورت ہوگی،

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا گیا﴿ اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الإِسْلَامَ دِیْناً ﴾[سورہ مائدۃ:۳] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا) اس فرمان کے بعد اس دین کی تلقین کے لیے آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کو اس کا نگراں اور معلم بنایا گیا اور اس آسمانی کتاب قرآن مجید کی بقا و حفاظت کو طے بھی فرما دیا گیا﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ﴾[سورہ حجر:۹] (ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اس طرح اس کتاب کا بقا دین اسلام کے بقا کا ضامن ہو گیا۔

اس بقا کا انتظام اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ بھی کر سکتا تھا اور وہ اپنے ''کن فیکون'' کے حکم سے بھی کر سکتا تھا، لیکن اس نے اس کے لیے جو نظام طے فرمایا وہ انسانوں کو عطا کردہ انسانی صلاحیتوں کے ذریعہ سے عمل کرانے کا طریقہ رکھا، لہذا اس دین کے بقا کا نظام انسانوں ہی کی کوشش کے ذریعہ رکھا گیا، جس کے لیے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اور پھر آپ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہؓ نے کارنامہ انجام دیا کہ صرف نصف صدی میں اس زمین کے بڑے اور اہم علاقہ میں اسلام کا نمونے کا نظام قائم ہو گیا اور امت اسلامیہ کو غیر معمولی طاقت اور اخلاص عمل کیساتھ دین کی حفاظت کی خدمت انجام دینے کا کامیاب موقع ملا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کے بقا کا فیصلہ ہے؛ اس لیے اس کے بقا کے لیے نسلاً بعد نسل لوگوں کو توفیق ملتی رہی۔

اس دین کے بقا کی عظیم خدمت انجام دینے والے لوگ اس دین پر پورے اخلاص سے یقین رکھنے والے اور اس کے خاطر اپنے پورے تن من دھن کی قربانی دینے والے لوگ رہے، اور اس کے بغیر دین اپنی اصلی حالت پر باقی بھی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سب سے پہلے آپ کے اصحاب نے آپ کی پوری نیابت کرتے ہوئے اس کی اولین خدمت انجام دی، آپ کے ان اصحاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے وہ صلاحیت پیدا ہو گئی تھی جو دین کی صحیح حفاظت اور اس کی تقویت کے لیے ضروری تھی، چنانچہ انہوں نے دین کو اس کی معیاری شکل میں نافذ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اصحاب نبوت کے مقام پر تو نہ تھے، کیونکہ نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل کر دی گئی تھی، لیکن نبی کے اولین نائب ثابت ہوئے، جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائی﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ

تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً﴾[سورہ فتح:۲۹] (محمد (ﷺ) خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں، وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے)۔

چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کے ان رفقاء میں سے ہر ایک کامل اطاعت و تابعداری اور مخلصانہ جذبہ کا حامل تھا، اور نبی کے نائب کا فریضہ انجام دیتا تھا، اور اس سلسلہ میں ان کی یہ کارکردگی وہ کارکردگی ہے جس نے اس دین کی خدمت اور حفاظت کا ناقابل شکست سلسلہ قائم کر دیا، جس کے لیے تاقیامت امت اسلامیہ ان کی رہین منت رہے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ رفقاء اور اصحاب نبی اعلیٰ ترین ایمانی صفت کے ساتھ اتنی بڑی تعداد میں تیار ہوئے کہ پوری تاریخ انسانی میں اس تابعداری میں ان کی مثال نہیں ملتی، یہ اسلام کا اور اس کے نبی آخر الزماں کے ذریعہ حاصل کردہ معجزہ ہے، ہم کو یہ دین متین پوری صحت کے ساتھ جو ملا اس کا ذریعہ یہ صحابہ کرام ہی ہیں، اگر ان میں کوئی کمزوری یا خلل ہوتا تو اس سے خود دین کے اندر خلل ثابت ہو جاتا جس کا ہونا ناممکن ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اس وعدہ کا اطلاق ہر اس جزء پر ہوتا ہے جو قرآن مجید کے نزول کا مقصد ہے یعنی صحیح دین کا انسانوں تک پہنچانا۔

جس چیز کی صحت اور حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہو اسکی حفاظت میں کوئی کمی یا خلل کیسے ہو سکتا ہے، اور اس کے پورا نہ ہونے کی بات کیسے ہو سکتی ہے، لہٰذا خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے انہی صحابۂ کرامؓ کا احسان ہے، اور اس لحاظ سے ان کی عظمت اور ان کی محبت ہم سب

www.abulhasanalinadwi.org

کے لیے جزء ایمان بنتی ہے، ان کے سلسلہ میں کوئی بدخیالی ہو یہ ایک مجرمانہ خیال ہے، ہم سب کو یہ حکم ملا ہے کہ حضور ﷺ کو ہم سب اس زندگی کے لیے نمونہ سمجھیں ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ [سورہ احزاب: ۲۱] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہم کو آپ کے اصحاب کے ذریعہ ہی پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے حالات انہی حضرات کی زبان سے ہم تک پہنچے ہیں، چنانچہ انہی اصحاب کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے پیغام کو ہم جان سکے ہیں اور ان کو نمونہ کو بنا سکتے ہیں، انہوں ہی نے آپ کا نمونہ دیکھا اور اس کے مطابق ہم تک ان کی باتوں کو منتقل کیا، یہ پورا دین جو ہم تک پہنچا وہ انہی کے ذریعہ ہم تک نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے ہوئے آیا ہے۔

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وہدایات کو صحابہ کرامؓ کے ذریعہ ہم کو لینا ہے اور ان کے اس احسان کو ماننا ہے، انہوں نے اس ابدی، عالمی، جامع اور عظیم نمونہ کی باتوں کو تفصیل کیساتھ پوری امانت داری کے ساتھ ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا ایسی عظیم المرتبت جماعت صحابہ کرامؓ کی زندگی کے حالات مختصر طریقہ سے پیش کرنا مفید معلوم ہوا، چنانچہ یہ ایک مختصر کتابچہ کی شکل میں پیش ہے، اس میں عزیزم مولوی محمد وثیق ندوی نے جو تعاون کیا اس سے سہولت ہوئی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو خیر کا ذریعہ بنائے اور قبول فرمائے (آمین)۔

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲۶/۱۲/۲۰۱۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعثت محمدی کی خصوصیات

اللہ رب العالمین نے سرور کائنات خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے اس آخری عہد کے لیے جو دنیا کے خاتمہ تک جاری رہے گا راہ ہدایت اختیار کرنے اور رب العالمین کے دیے ہوئے حکموں پر چلنے کی تلقین کے لئے مبعوث فرمایا آپ ﷺ سے پہلے کے زمانوں میں انسانوں کی ہدایت کے لئے برابر جو رسول و نبی مبعوث کیے جاتے رہے تھے، ان کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رک گیا تھا، کیونکہ ان کے ساتھ ان کی قوم نے ایسا نامناسب رویہ اختیار کیا کہ اس کی بے برکتی سے انبیاء کے آتے رہنے کی نعمت رک گئی اور چھ سو سال تک رکی رہی اور جن کے پاس وحی الٰہی کے ذریعہ اللہ رب العالمین کا پیغام آتا اور وہ اس پیغام کو اپنی قوم کو پہنچاتے اور حق باتوں کی طرف رہنمائی کرتے، اس مبارک سلسلہ کی ناقدری کرنے پر انسانوں کو کچھ مدت تک اس سے محروم کر دیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری طور پر اور ہدایت کے پہلوؤں کی جامع خصوصیت کے ساتھ مبعوث فرما کر آپ ﷺ پر نبوت کے سلسلہ کو پورا کر کے آپ کی نبوت کو نبوی سلسلہ کی آخری کڑی قرار دیا، آپ سے قبل آنے والے نبیوں کے لائے جانے والے احکام میں اپنے اپنے عہد اور ضرورت کے تقاضہ سے جو جزوی فرق کیا جاتا رہا تھا اس کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا اور دینی احکام کو جامع اور مکمل صورت دیدی گئی۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جو آپ سے قبل کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ فرمایا:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً [سورہ مائدہ:۳]

’’آج تمہارے دین کو تمہارے لئے میں نے مکمل کر دیا اور تم کو میں نے اپنی نعمت پوری پوری عطا کی اور تم کو اپنی رضا و پسند دین اسلام میں دی۔‘‘

www.abulhasanalinadwi.org

دوسری عظیم خصوصیت آپ کو یہ عطا ہوئی کہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ جس سیرت واخلاق اور طرز حیات پر چلایا گیا اس کو تمام نوع انسانی کے لئے بہترین اور صالح ترین طرز حیات کے طور پر تا قیامت نمونہ اور واجب الاتباع قرار دے دیا گیا، کہ اس طرز حیات پر چلنے ہی میں کامیابی ہے، سب اپنی زندگی کو اسی کا تابع بنائیں اور چونکہ آپ کی حیات طیبہ کو انسانی زندگی کا دائمی اسوہ ونمونہ بنانا تھا، لہٰذا اللہ رب العالمین نے آپ کی ولادت سے لے کر وفات تک زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ کو ایسے حالات سے گزارا جس سے آپ کے مثالی انسان بننے کا نمونہ سامنے آئے اور آپ کامل ترین اور صالح ترین انسان اور اعلیٰ درجہ کے مرد مومن قرار پائیں اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کا عمل قابل استفادہ ہو سکے، اور نبوت ملنے کے بعد تو باقاعدہ وحی الٰہی کے ذریعہ آپ کی تعلیم وتربیت کی جاتی رہی، آپ کے امی ہونے اور امی قوم کے فرد ہونے کی بنا پر آپ کے ذہن وطبیعت کی تختی بالکل فطری اور سادہ تھی، اس پر کسی پڑھانے یا سکھانے کا اثر نہ تھا، اس سادہ تختی پر اثر وحی الٰہی کے ذریعہ ڈالا گیا۔

آخری نبی کے امی ہونے کی حکمت

رسول اللہ ﷺ کو امی یعنی غیر تعلیم یافتہ قوم میں اور خود آپ کو غیر تعلیم یافتہ رکھتے ہوئے نبی بلکہ خاتم الانبیاء اور امام الانبیاء بنایا گیا، اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ کوئی بھی شخص اپنی پیدائش کے بعد شروع میں جو معلومات رکھتا ہے وہ خالص اس کے مشاہدے کی اور اپنے ماحول کی سنی ہوئی باتیں ہوتی ہیں پھر وہ تعلیم حاصل کرتا ہے تو اپنے معلم اور اپنی دانش گاہ کے ذریعہ اس کو جو بتایا جاتا ہے وہ اس کی اہم معلومات ہوتی ہیں، جن سے وہ بڑے ہو کر دنیا کے حالات اور اپنی زندگی کے معاملات میں مدد لیتا اور زندگی کی تشکیل کرتا ہے، اور طور وطریق کی بھی تشکیل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو امی رکھ کر اپنی ہی تعلیم جو وحی کے ذریعہ سے آپ کو دی جاتی رہی اور اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ واشرف درس گاہ یعنی اپنے فرمودات وہدایات کے ذریعہ علم آپ کو مہیا فرمایا، اس طرح آپ دنیا کے مروجہ طریقہ کے تعلیم یافتہ نہ تھے، بلکہ اعلیٰ خدائی درسگاہ کے تنہا فیض یافتہ تھے، جہاں سے آپ کو ایسی حقیقتوں اور صلاحیتوں کا حصول کرایا گیا، جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں، پھر آپ کو خداوندی احکام اور تعلیم وتربیت کا فائدہ دوسروں تک پہنچانے کا یہی بتایا گیا حتی کہ آپ کے ذریعہ وہی بات دنیا کو ملنے لگی جو رب العالمین خالق کائنات وموجودات کی طرف سے تلقین کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

www.abulhasanalinadwi.org

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِىْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ٥ [سورۂ جمعہ:۲]

''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥ [سورۃ الحشر:۷]

''سو جو چیز پیغمبر تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو، بیشک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔''

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً ٥ [سورہ احزاب:۲۱]

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے''

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ٥ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوْحَىٰ ٥ [سورہ نجم:۳-۴]

''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں، یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔''

بعثت محمدی کی ابدیت اور عالمگیریت

لہٰذا آپ آسمانی کتاب قرآن مجید کو صرف پہنچانے والے نہ تھے، بلکہ خداوندی مرضیات کے سچے ترجمان بھی تھے، اس طرح قرآن مجید جو خالص اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور حدیث وسنت جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا کلام وکام ہے، دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وحی کے دونوں جزء ہیں اور ہدایت انسانی کا ذریعہ ہیں، اس طرح قرآن مجید کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو انسانیت کے لیے رحمت بنایا، اس طرح آپ کو پروردگار عالم کی طرف سے رحمۃ للعالمین کا خطاب ملا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ اور فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○ [سورہ سبا، آیت نمبر:۲۸]

''اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

اور آپ کو انسانی صلاح وفلاح کے علم کا استاد ومربی بنایا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ○ [سورۃ توبۃ:۳۳]

''وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام بقیہ دینوں پر غالب کردے، گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں''۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً، وَدَاعِياً إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِيراً ○ [سورۃ الأحزاب:۴۵-۴۶]

''اے نبی! ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ مومنین کو بشارت دینے والے ہیں اور کافروں کو ڈرانے والے ہیں، اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں، اور آپ ایک روشن چراغ ہیں''۔

خدا کی تربیت

قرآن مجید اور حدیث نبوی میں دی گئی بعض مثالوں میں دیکھا جاسکتا ہے کہ وحی الٰہی کے ذریعہ کس طرح آپ کو تلقین وتربیت کی جاتی رہی، مثلاً ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک اہم سردار قریش کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی درمیان ایک مخلص مومن جو نابینا تھے اس مجلس میں آئے، آپ نے دعوتی مصلحت کے تحت یہ خیال کیا کہ یہ سردار قریش اس وقت بات سننے کے لیے تیار ہوئے، لہٰذا اس کی طرف زیادہ توجہ رکھی جائے، لہٰذا ان نابینا صحابی کی طرف جو کہ مومن تھے اور اپنے تھے خاص توجہ نہ کی، اللہ رب العالمین نے اس بات پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا ماننے والا اور مومن شخص ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے منحرف ہے اس کو نیک شخص پر ترجیح دینا مناسب نہیں اور اس آیت کا نزول ہوا۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى ○ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَى ○ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى ○ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَى ○ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى ○ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّى ○ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى ○ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَى ○ وَهُوَ يَخْشَى ○ فَأَنتَ عَنْهُ

www.abulhasanalinadwi.org

تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ [سورہ عبس:۱-۱۱]

"پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے، اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا، اور آپ کو کیا خبر کہ شاید نابینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر سنور جاتا یا کسی خاص امر میں نصیحت قبول کرتا، سو اس کو نصیحت کرنا کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچاتا تو جو شخص دین سے بے پرواہی کرتا ہے، آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں، حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے، اور جو شخص آپ کے پاس دین کے شوق میں دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ خدا سے ڈرتا ہے، آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں، آپ آئندہ ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن محض ایک نصیحت کی چیز ہے"۔

اسی طرح غزوہ بدر میں کامیابی کے بعد قیدیوں کے سلسلہ میں آپ کو توجہ دلائی گئی، اور آپ ﷺ نے اپنے خیال سے جو رائے قائم کی تھی اس کو مناسب نہیں قرار دیا گیا، اسی طرح اور متعدد ایسے مواقع آئے جن میں آپ کو اپنی رائے تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا اس طرح نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو شروع ہی سے ہر موقع پر تربیت الٰہی اور خدائی رہنمائی حاصل رہی اور آپ ﷺ کو اعلیٰ درجہ کا نمونہ بنایا گیا۔

ربانی تربیت اور اس کی حکمتیں

اللہ رب العالمین کو اپنے اس آخری مقرر کردہ نبی حضرت محمد ﷺ پر ایسی عظیم ذمہ داری کا بوجھ ڈالنا تھا جو عام انسان کے بس میں نہیں ہو سکتا، لہٰذا شروع ہی سے آپ کو زندگی کے متنوع اور سخت ترین نشیب و فراز سے گذارا جو انسان میں مختلف حالات کو جھیلنے اور عزم و ہمت سے مناسب راہ نکالنے کے لئے معاون ہو سکے، اس لئے کہ مشکلات و مصائب سے انسان کے جوہر کھلتے ہیں اور اس کی صلاحیتیں نکھرتی ہیں۔ چنانچہ اولاً آپ کا سابقہ یتیمی کی بے چارگی سے کرایا گیا، آپ پیدا ہونے کے بعد جب ابتدائی شعور کی عمر میں داخل ہوئے تھے تو آپ نے دیکھا تھا کہ آپ کو سایہ پدری حاصل نہیں، پھر آپ چھ سال کی عمر کو پہنچے تو سایہ مادری بھی اٹھ گیا، جبکہ آپ کے ارد گرد آپ کے اکثر ہم عمروں کو ماں باپ کا سایہ حاصل تھا، یہ بات ایک معصوم اور صغیر السن بچہ کے قلب و ذہن کے لئے عموماً ایک سخت ذہنی بے چارگی اور شکستہ دلی کا باعث ہوا کرتی ہے، چھ سال کی عمر میں سایہ مادری بھی اٹھ جانے کے بعد شفقت کرنے کے لئے دادا تھے وہ بھی آٹھ سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے، ان محرومیوں کو کوئی بچہ عموماً بحسن و خوبی نہیں جھیل پاتا اور فکر کرنے والے سرپرستوں کی کمی کے سبب صحیح

راہ سے بھٹک جاتا ہے، اور اس کی زندگی مناسب کردار سے دور ہو جاتی ہے، اور زندگی میں اس کی کامیابی مبہم ہو کر رہ جاتی ہے، لیکن حضور ﷺ کو اس کمی کا بدل فضل الٰہی کی صورت میں حاصل ہوا اور ایسی خداداد ہمت ملی کہ آپ کی شخصیت میں مشکل حالات کو جھیلنے اور اس میں ضرورت اور پسند کی راہ نکالنے کی بڑی صلاحیت پیدا ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ ہمت خصوصی طور پر عطا فرمائی، جس کی بنا پر آپ میں حالات اور واقعات کے تقاضوں کو مناسب ڈھنگ سے محسوس کرنے اور زندگی کے چیلنجوں کا مناسب ڈھنگ سے مقابلہ کرنے کی سمجھ اور ہمت پیدا ہوئی، اور آپ نے باعزت زندگی اور سیر چشمی کی راہ اور پاکیزہ طریقہ ہی اختیار کیا، جب کچھ بڑے ہوئے تو خود اپنا معاش تلاش کرنے کے لئے اجرت پر بکریاں چرائیں، اور بڑے ہوئے تو خاندانی پیشہ یعنی تجارت کا ذریعہ اختیار کیا۔

رفیقۂ حیات سے مدد اور تقویت

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی بھی حکمت الٰہی پر مبنی تھی، چنانچہ ان خاتون نے جبکہ دوسرے کئی معزز لوگوں کے پیغامات ان سے رشتہ کے آئے تھے، ان سے معذرت کر دی تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود رشتہ کی پیشکش کی، یہ عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ لیکن آپ کی یہ دور اندیشی تھی کہ تجربہ کار اور صالح رفیقۂ حیات کے ملنے کو ہم عمر یا کم عمر کی کسی پسندیدہ خاتون کی طلب پر ترجیح دی۔

آپ کا یہ انتخاب اللہ رب العالمین کی طرف سے مقرر کردہ تدبیر کا حصہ ہی معلوم ہوتا ہے تاکہ پندرہ سال بعد جب آپ عظیم دعوتی ذمہ داری کا آغاز کریں تو رفیقۂ حیات سے بھی آپ کو مدد اور تقویت حاصل ہو اور یہ سب قدرتی انداز سے رب العالمین کی توفیق سے وحی الٰہی کے باقاعدہ آنے سے قبل انجام پایا۔ پھر چالیس سال کی عمر ہونے پر باقاعدہ وحی الٰہی کے ذریعہ تعلیم و تلقین کا سلسلہ قائم ہوا۔

بلند خاندانی اقدار

اس کے ساتھ قریش اور خاص طور پر بنو ہاشم جیسے گھرانے میں ہونے کی بنا پر آپ کی شخصیت کو اعلیٰ اقدار کی حامل بننے اور خود اعتمادی پیدا ہونے کا فائدہ حاصل ہوا اور اسی کی بنا پر آپ کو معاشرہ میں قدر دانی اور حسن ظن کا اعلیٰ مقام حاصل ہوا، اور سب آپ کے اعلیٰ کردار کو دیکھ کر آپ کو صادق اور امین کہنے لگے، جو کسی دوسرے کو نہیں کہتے تھے، صادق سے مراد قول و عمل کی مطابقت اور جیسا کرنا

www.abulhasanalinadwi.org

مناسب ہے ویسا کرنا، یہی صدق کے معنی ہیں آپ کو صادق کہا گیا، جس سے آپ کی زندگی میں قول وفعل کی مطابقت اور عمل کا بہتر سے بہتر طریقہ پر ہونا مراد ہے، اور امین سے مراد حقوق اور ذمہ داریوں کی صحیح ادائیگی ہے، آپ کو سب نے امین کہا کیونکہ آپ میں یہ خصوصی صفت دیکھی، آپ کے معاشرہ میں تعلیم وتعلم کا رواجی طریقہ نہیں تھا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کی طبیعت اور ذہن کی تشکیل اساتذہ اور نصاب تعلیم کے ان اثرات کے تحت نہیں ہوئی، جو نصاب تعلیم کے مضامین اور پڑھانے والوں کے مخصوص خیالات اور افکار کے حامل ہوتے ہیں، وہ نہ ہونے سے آپ کی شخصیت کی تشکیل فطری دائرہ میں اور بلند خاندانی قدرروں کے تحت ہوئی، کسی استاد کے خیالات کا یا انسانوں کے اختیار کردہ تعلیمی وتربیتی نظام سے اثر لینے سے آپ کو سابقہ نہیں پڑا۔ آپ کی تربیت اور اخلاق وصفات کی تشکیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ مذکورہ بالا سادہ اور اچھے حالات میں ہوئی۔

تمدنی اثرات سے حفاظت

آپ کا معاشرہ فطرت انسانی کی بنا پر اپنی اصلی صورت کا حامل معاشرہ تھا، وہ امی عربوں کا معاشرہ تھا، جس پر کسی تعلیمی طریقہ یا کسی تمدن کا اثر نہیں پڑا تھا کیونکہ ان میں تعلیم کا رواج نہیں ہوا تھا اور باہر کی تمدنی دنیا سے عموماً کٹے ہوئے تھے، قبائلی طرز زندگی نے ان کے خاندانوں کو محدود بستیوں میں محدود کر رکھا تھا اور ان میں قریش مکہ کا اپنا مخصوص اور عربوں میں امتیازی حیثیت رکھنے والا معاشرہ تھا اور پورے عرب میں اس کا امتیاز تسلیم کیا جاتا تھا، اس معاشرہ کو کعبۃ اللہ کے خادم ہونے کی بنا پر بھی اچھا معاشرہ بننے کا موقعہ ملا تھا، اس معاشرہ میں آپ نے چالیس سال بہت پاکیزہ اور اچھے کردار کے ساتھ گذارے، پھر نبوت کے لئے اختیار کئے جانے پر آپ کی رہنمائی اور مزید تربیت وحی الٰہی کے ذریعہ کی جانے لگی اس سے نبوت کے فرائض بطریق احسن انجام دینے اور اپنے ماحول پر اثر ڈالنے کی صلاحیت آپ میں بدرجہ اتم پیدا ہوگئی، اور اس راہ میں پیش آنے والے حالات میں آپ کو حسب ضرورت ہدایات اور رہنمائی سے نوازا جاتا رہا۔ مختلف حالات میں جب بھی شخصی بنیاد پر آپ کو کوئی فکر یا تشویش پیش آتی تو وحی الٰہی کے ذریعے سے رہنمائی کر دیجاتی، اور تسکین کی راہ حاصل ہو جاتی تھی۔

اللہ کی طرف سے سامان تقویت وتسکین

آپ کے ایک چچا ابولہب نے باوجود آپ کے چچا ہونے کے آپ کے دعوت دین کے کام

www.abulhasanalinadwi.org

کے خلاف سخت محاذ قائم کر کے اور آپ کے ساتھ تکلیف دہ رویہ اختیار کر کے آپ کو بہت رنجیدہ کیا ،اس نے اہانت آمیز اور تکلیف دہ لفظ استعمال کیا تبّاً لك (یعنی تم ٹوٹ جاؤ، برباد ہو جاؤ) کہا، آپ کی تسکین کے لئے وحی کے ذریعہ نازل کی ہوئی آیات میں فرمایا گیا ہے کہ بربادی اور ٹوٹ پھوٹ تو ابولہب کے لئے ہے اور اس کی بیوی کے لئے ہے جو حقیر کام کرتی ہے، یہ دونوں چند روزہ زندگی کے بعد بڑی زندگی میں سخت عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے، یعنی وہ تو بے وقوفی کر رہا ہے اپنے کو تباہ کر رہا ہے، آپ کو متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝ [سورہ لہب]

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے، اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی''۔

اسی طرح جب آپ پر طنز و تعریض کی گئی کہ آپ کے نرینہ اولاد نہیں، جب کہ نرینہ اولاد کی اہمیت عربوں میں بہت زیادہ تھی، ان میں آپس میں لڑائیاں ہوتی تھیں، کسی خاندان میں لڑکے زیادہ ہوتے تھے تو اس کی جیت کے موقع زیادہ ہوتے تھے، جب آپ پر یہ طنز و تعریض کی گئی تو وحی الٰہی کے ذریعہ سے تسکین دی گئی کہ آپ کو اللہ نے آپ کی دوسری زندگی میں کوثر جیسی عظیم نعمت عطا کی ہے، آپ اپنے رب کی عبادت نماز کو ادا کرتے رہئے اور اللہ کے نام پر قربانی کیجئے، آپ کا برا چاہنے والے کا سلسلہ کا قائم نہیں رہے گا یعنی لڑکے کے ذریعہ آئندہ سلسلہ چلتا ہے آپ کا سلسلہ لڑکے بغیر بہت اعلیٰ حیثیت سے چلے گا اور آپ کا برا چاہنے والے کا آگے سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝ [سورہ کوثر]

''بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے سو ان نعمتوں کے شکریہ میں آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے، اور قربانی کیجئے، بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے''۔

یہ تو بعض چھوٹی سورتوں کی مثالیں ہیں ان کے علاوہ بعض بڑی بڑی سورتیں بھی آپ کی تسکین و تقویت کے لئے نازل فرمائی گئیں، مثلاً سورۃ القصص جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا کہ بچپنے میں ان کو ایسے حالات درپیش تھے کہ وہ قتل کر دیئے جاتے، لیکن اللہ نے ان کو بچایا، وہ

www.abulhasanalinadwi.org

غیروں اور دشمنوں میں پلے، اور اللہ نے ان غیروں اور دشمنوں کو ہی ان کی حفاظت کا ذریعہ بنا دیا اور ان کو محفوظ رکھا، پھر وہ غریب الوطنی پر مجبور ہوئے، وہاں بھی اللہ نے ان کی مدد فرمائی، اور پھر ان کو نبی بنایا، اور نبوت کی وجہ سے بادشاہ وقت جوان کا سخت دشمن تھا اس سے سابقہ پڑا، لیکن برابر اللہ آپ کو بچا تا رہا، اور آخر میں دشمنوں کو اللہ نے تباہ و برباد کر دیا، یہ واقعات آپ کو پیش آنے والے واقعات سے بڑی مشابہت رکھتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کے تذکرہ سے آپ کی تقویت کا سامان ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سورہ یوسف نازل فرمائی، اور حضرت یوسفؑ کو بچپنے میں ہی مار ڈالنے پر ان کے بھائی تل گئے، لیکن اللہ نے ان کو بچایا، اور پھر بڑے سخت حالات میں غیروں کے ماتحت ذلت آمیز حالات سے گذرنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے ان کو خطرات سے بچایا، آخر میں ان کی عزت کے اسباب پیدا کیے، اور ایسی عزت عطا فرمائی کہ وہ ایک طرف بادشاہ کے نائب بنے، اور دوسری طرف ان کو نبوت عطا ہوئی، اور یہ دوہری عزت ملی، اس پر انہوں نے اپنے تأثر کا اظہار کیا کہ جو احتیاط کی زندگی گذارتا ہے اور مشکلات کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے، ایسے اچھے لوگوں کے اجر کو اللہ ضائع نہیں کرتا۔

﴿إنه من يتق و يصبر فإن الله لايضيع أجر المحسنين ۝﴾

آپ کے ساتھ صحابہ کی تربیت

مشکل حالات میں تسکین کی مذکورہ بالا آیات کے علاوہ آپ کو دشمنوں پر کامیابی حاصل ہونے کے حالات میں جو اجتماعی اور نفسیاتی کیفیات پیدا ہوتیں، ان میں بھی آپ کی رہنمائی وحی کے ذریعہ سے کی جاتی تھی کہ جن سے ایک طرف خود کو رہنمائی ملتی، اور بطور مزید آپ کے ماننے والے اور اصحاب کی بھی تربیت ہوتی تھی۔ اس طرح قرآن مجید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک دوسرے کا آئینہ بن گئے، اسی کی طرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ کی سیرت و اخلاق قرآن میں ملتے ہیں۔

آسمانی رہنمائی کے اس طریقہ سے وہ اعلیٰ معاشرہ قائم ہوا، جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، یہ صحابہ کرام کا معاشرہ تھا جو اپنے نبی کی عقیدت اور محبت رکھنے کی بنا پر ان کی نظیر کو دیکھتے تھے، اور ان کے عمل کو اپنے لئے قابل تقلید نمونہ سمجھتے تھے، وہ اسی قالب میں ڈھل گئے تھے جو قالب ان کے نبی کو پروردگار عالم کی طرف سے عطا کیا گیا تھا، اس طریقہ سے وحی الٰہی سے صرف آپ ہی کی تربیت و تشکیل نہیں ہوئی بلکہ آپ کی وساطت سے آپ کے تمام اصحاب کی بھی ہوئی، جس کو قرآن مجید میں

www.abulhasanalinadwi.org

متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے۔

اس طرح آپ کے لئے شروع میں اللہ رب العالمین کی جانب سے ملنے والے قدرتی ذرائع اور ہدایات اور بعد میں وحی الٰہی دنیاوی تعلیم کا بدل بن گئے، آپ کی حیات وسیرت، انسانی ذرائع تعلیمی کے بجائے ربانی تربیت میں ڈھالی گئی۔ اور آپ کی حیات طیبہ خالص ایمانی اور کامل انسانی زندگی بن گئی، اور قیامت تک تمام اہل ایمان کے لئے اسوہ اور نمونہ قرار دیدی گئی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ○ [سورہ احزاب:۲۱]

”تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو“۔

آپ ﷺ کی اس جامعیت ومثالی زندگی کی خصوصیت کی بنا پر یہ لازم ہوا کہ ہم صرف آپ ﷺ کی دینی تعلیمات ہی پر عمل نہ کریں، بلکہ جس حد تک ممکن ہو سکے ہم اپنی زندگیوں میں آپ کی پوری حیات طیبہ کی پیروی کریں، تاکہ ہماری زندگی اسوہ رسول کی آئینہ دار ہو، حضور ﷺ کی حیات طیبہ انسانی خوبیوں اور مثالی انسان ہونے کی بنا پر صرف تمام اہل ایمان کے لئے اسوہ نہیں، بلکہ آپ کی حیات طیبہ تمام انسانوں کے لئے چراغ راہ ہے، آپ کو اس طرح تمام انسانوں کے لئے تقویت اور خیر کا ذریعہ بھی بنایا گیا، جس سے صرف ایمان والے ہی نہیں بلکہ آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانیت کے لئے رحمت بنائے گئے، اس کی صراحت خود اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ○﴾۔ ہم نے تم کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت مذکورہ بالا عظیم خصوصیتوں کی بنا پر انسانیت کی فلاح اور رشد وہدایت کا عالمی اور ابدی منارۂ نور قرار پائی، جس سے ہم ایک طرف وہ خدائی احکامات اخذ کرتے ہیں، جو وحی کے ذریعہ ہم سب کو دیے گئے ہیں، اور دوسری طرف آپ کی حیات طیبہ میں جو صفات ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں تاکہ ہماری زندگی کی گاڑی فلاح وصلاح کے راستہ پر چلے جس کی طلب کی تلقین سورۂ فاتحہ میں کی گئی ہے کہ ”اھدنا الصرط المستقیم“ دین اسلام چونکہ عالمی، جامع ترین، اور پوری انسانی زندگی کا احاطہ کرنے والا ابدی دین ہے، ابدی دین ہونے کی بنا پر اس کی حفاظت کا انتظام بھی فرمایا گیا تاکہ اس سے استفادہ وکسب فیض برابر تا قیامت قائم

www.abulhasanalinadwi.org

اور حاصل ہوتا ہے۔ اس کی حفاظت کے دو ذریعہ قرار دے گئے : قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ۔

قرآن کریم رب العالمین کی طرف سے آسمان سے بھیجی ہوئی کتاب الٰہی ہے، وہ سابقہ انبیاء کرام کو دی گئی شریعتوں کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ تا قیامت آنے والی نسلوں اور زمانوں کے مطابق تعلیمات وہدایات پیش کرتا ہے، اور اس کی حفاظت کا وعدہ با قاعدہ کتاب الٰہی قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ٥

"ہم نے ہی نصیحت نامہ اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

اس کی حفاظت کا مطلب اس سے تعلق رکھنے والے دین اور سیرت واخلاق کی حفاظت ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ قرآن کریم کی آئینہ دار ہے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ آپ کی سیرت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا "كان خلقه القرآن"۔ یعنی آپ کی سیرت قرآن کریم کے مطابق ہے۔

جانثاران نبی وشریعت

یہی سنت ہم کو اسوۂ نبوی کی شکل میں حاصل ہے، اور اس کو اختیار کرنے کا اللہ رب العالمین نے حکم دیا ہے، اسی کے پیش نظر علمائے اسلام اور سیرت نگار حضرات لوگوں کو زندگی کی راہ مستقیم سے آگاہ کرنے کے لئے سیرت نبوی کو ضبط تحریر میں لاتے رہے، علمائے اسلام نے سیرت نبوی کو جن اولین لوگوں سے نقل کیا ہے، یعنی صحابۂ کرام وہ معمولی اور عام افراد نہیں، وہ سب صدق ووفا، امانت ودیانت داری کے پیکر ومجسم جان نثاران نبی وشریعت تھے، جنہیں اللہ ورسول اور کتاب اللہ پر کامل اور سچا ایمان ویقین تھا اور خود قرآن مجید میں ان کی نیکی اور خوبی کی تصدیق کی گئی ہے ۔

www.abulhasanalinadwi.org

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مکمل نیابت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید و ایمان کی دعوت اس طریقہ سے دی کہ جس نے بھی توجہ سے سنا بات اس کے دل میں اتر گئی اور اس پر اس کا ایمان مستحکم ہوگیا، اور آپ کا اخلاقی، انسانی ہمدردی اور محبت بھرا انداز بھی ایسا تھا کہ جس نے بھی قریب سے دیکھا اور سنا وہ صرف متاثر ہی نہیں ہوا، بلکہ دل و جان سے آپ کا کہنا ماننے والا بن گیا، اور آپ پر فدا ہونے کے لئے تیار ہوگیا، اور یہ حالت صرف دو چار آدمیوں کی نہیں ہوئی، بلکہ جس نے بھی آپ کو دیکھا سنا اور سمجھا اس کی یہی کیفیت ہوگئی، اس طرح آپ کی دعوتی زندگی کی ۲۳ سالہ مدت میں ایمان والوں کی ایسی جماعت تیار ہوگئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یہی جماعت آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی پوری نیابت کرنے والی بن گئی، اور آپ کے مشن کو اس نے پوری دیانت وامانت اور مکمل توجہ سے جاری رکھا، یہ حضرات مکہ مکرمہ کے قیام کی تیرہ سالہ مدت میں چونکہ کم تعداد میں تھے اور قریش کے مختلف خاندانوں میں بکھرے ہوئے تھے لہٰذا ہر ایک کو خود اس کے اعزہ پریشان کرتے تھے اور اس طرح وہ قریش کے سخت دل کافروں اور اسلام کی مخالفت کرنے والوں کے ظلم کا نشانہ بنتے تھے، لیکن اس کے باوجود یہ ایمان والے اپنے ایمان پر پوری طرح جمے رہے تھے، ان کے سامنے اللہ کی خوشنودی اور حضور کی محبت اور آخرت کا مسئلہ تھا جس کو انہوں نے دل و جان سے قبول کیا تھا، جو بھی ایمان لاتا خواہ امیر ہوتا یا غریب، معزز خاندان کا ہوتا یا کمزور پوزیشن کا، اس میں ایسا ہی پختہ ایمان پیدا ہو جاتا۔

جاں نثاری اور محبت وفدائیت

ان میں ایسا قوی اور ناقابل شکست ایمان پیدا ہو جانے میں اولا احکام الٰہی کی حامل معجزانہ کتاب قرآن مجید کے تربیتی و اصلاحی اسلوب کو دخل تھا، جس سے اولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی کامل الصفات شخصیت کی تشکیل ہوئی تھی، اس اعلی تشکیلی صفات کے نتیجہ میں آپ کی زندگی کو قیامت تک تمام اہل ایمان کے لیے اسوہ بنا دیا گیا، پھر آپ کے اس اعلی وکامل اسوہ نے آپ کی صحبت پانے والوں کی زندگیوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے ہادی وکامل الصفات معلم کا اسوہ بن گئے اور ایسا اسوہ بنے کہ اس کے محیر العقول نمونے سامنے آئے۔

آپ سے متاثر ہونے کی ایک مثال ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے پاس دشمنی بلکہ آپ کو نقصان پہونچانے کی نیت سے آئے لیکن ملتے ہی بدل گئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں مجھ کو آپ سے زیادہ اور کسی سے ایسی نفرت نہ تھی، لیکن اب تو آپ ﷺ ہی دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں (صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب ربط الأسیر وحبسہ)۔

چنانچہ جو بھی آپ ﷺ پر ایمان لایا اس نے اسی بات کا ثبوت دیا، اس کی ایک بڑی مثال صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام کا قریش کی ظالمانہ شرائط کا قبول کر لینا اور آپ کی مرضی کے سامنے جھک جانا ہے، جبکہ یہ سب وہ عرب تھے جن کے ذہن کی تربیت خودداری، عزت نفس میں بہت غلو اور شدید غیرت کے ماحول میں ہوئی تھی وہ بآسانی گردن کٹوا سکتے تھے، لیکن اپنی بات کو نیچا نہیں دیکھ سکتے تھے، ان میں آپس کی لڑائیاں عام طور پر صرف ذرا سی اہانت پر شروع ہو جاتی تھیں اور برسوں چلتی تھیں، ان عربوں کا قرآن مجید اور حضور ﷺ کی تربیت میں آنے پر یہ حال ہو گیا کہ اپنی رائے اور اپنے دل کے خلاف ایسی سخت بات قبول کرنے پر تیار ہو گئے جس سے ان کے دلوں کا خون ہو رہا تھا اور وہ حیرت میں تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لیکن انہوں نے اف نہیں کیا اور اپنے دلوں پر پتھر رکھ کر بات مانی، اور غزوۂ خندق کے موقع پر جبکہ دشمن نے آکر گھیر لیا تھا، ۲ ہفتوں سے زیادہ فقر و فاقہ اور سخت سردی کی حالت میں اپنی جان ہتیلی پر لئے خندق کے کنارے جمے رہنا تھا، کسی نے یہ نہیں کہا کہ کب تک ہم اس مصیبت میں رہیں گے، اور غزوۂ احد میں جب بعض لوگوں کی ایک غلطی کی بنا پر دشمن کو حملہ میں غلبہ حاصل ہو گیا تھ، دسیوں جاں نثار صحابہ آپ ﷺ کے سامنے آ گئے اور دشمنوں کے تیروں اور تلواروں سے بچانے کے لیے ان کے وار اپنے سینوں پر لیتے رہے اور سارے زخم برداشت کرتے رہے، تا کہ حضور ﷺ محفوظ رہیں اور سب ایک ایک کر کے آپ پر قربان ہو گئے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا اور تیروں کو روکنا شروع

کیا یہاں تک ان کی سب انگلیاں زخموں سے لہولہان ہوگئیں اور ہاتھ مفلوج ہو گیا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے خود کی ایک کڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا تو اسی کے ساتھ ان کا ایک دانت بھی گر پڑا، دوسری کڑی نکالی تو دوسرا دانت بھی اس کے ساتھ باہر آ گیا، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ ڈھال بن کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے تیر ان کی پیٹھ پر گرتے رہے، لیکن وہ اسی طرح آپ ﷺ پر جھکے رہے یہاں تک ان کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہو گئی۔ (۱)

غزوۂ احد کے بعد مسلمان مدینہ پہونچے تو راستہ میں بنی دینار کی ایک خاتون کے مکان پر ان کا گزر ہوا، جس کے باپ، بھائی اور شوہر سب اس معرکہ میں کام آ گئے تھے، باری باری تین حادثوں کی صدا ان کے کانوں میں پڑی تھی، لیکن وہ ہر بار صرف یہ پوچھتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: بخیر ہیں، انہوں نے پاس آکر چہرۂ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھیں: "كل مصيبة بعدك جلل" (آپ کے ہوتے سب مصیبتیں ہیچ ہیں) (سیرت ابن ہشام: ۲/۹۹)

جب کفار قریش زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے مکہ سے باہر لائے تو ابوسفیان نے ان سے کہا: زید میں تم سے قسم دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم آرام سے اپنے گھر والوں میں ہو اور تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے گھر میں آرام سے ہوں اور محمد ﷺ کو ایک کانٹا بھی چبھے! ابو سفیان نے اس پر کہا میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کرتے ہیں۔ (۲)

تاریخ انسانی میں کوئی مثال نہیں

قرآن مجید اور حضور ﷺ کی صحبت سے صحابہ کرام میں ایمان واطاعتِ احکام الٰہی کا ایسا مزاج بن گیا تھا جیسا فطرت انسانی میں پیدائشی طور پر ہوتا ہے کہ ان سے ایمان کی کمزوری یا اطاعت میں کوتاہی کی گنجائش نہیں رہی تھی، ان کی طرف سے کامل اطاعت کا ظہور سخت سے سخت موقع پر ہوا اور ان کو ایمان اور اطاعتِ رسول ﷺ کے کئی سخت امتحانوں سے گزرنا پڑا اور وہ ان سب میں کامیاب ہوئے، جس کے تین نمونے سب سے زیادہ سخت رہے: ایک بدر کا معرکہ کہ مسلمانوں کو اپنی تعداد کی کمی کا پورا احساس تھا اور تدبیر جنگ کے لحاظ سے اپنی ناکامی اور شکست کا پورا خطرہ

(۱) سیرت ابن ہشام: ۲/۸۷، ۹۱ (۲) سیرت ابن ہشام: ۲/۱۷۶

www.abulhasanalinadwi.org

محسوس ہو رہا تھا اور اس جنگ سے بچنے کا موقع بھی تھا کہ یہ مشورہ دیتے کہ مدینہ لوٹ جائیں، وہاں مضبوطی رہے گی؛ لیکن اپنے نبی کی بات مانی اور شکست کا خطرہ ہوتے ہوئے بھی تیار ہو گئے، دوسرا بڑا امتحان خندق کا معرکہ تھا جہاں نصف مہینے نہایت ہمت شکن حالات میں میدان جنگ میں ڈٹے رہنے کا امتحان تھا جس کی سختی کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے، اور تیسرا امتحان صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا جس میں ان کے ذہنوں پر سخت ترین بوجھ پڑا، اور انہوں نے اف نہیں کیا۔

اس طرح آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی جو جماعت بنی وہ ایمان اور محبت رسول اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کی پیروی میں نا قابل تسخیر پہاڑ کی طرح تھی اور بتدریج اتنی بڑی تعداد میں یہ جماعت تیار ہوئی کہ تاریخ انسانی میں ایسی صالح اور پختہ ایمان اور دین میں پختگی کی کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، جس نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں، اور آپ کی صحبت اور رہنمائی حاصل کرنے والوں کی جماعت کو ایسے صفات اور کردار کا بنا دیا کہ وہ نبوت کی صحیح نیابت کرتے ہوئے اس دین کو اور اعلیٰ انسانی صفات کو آگے بڑھائیں اس کے افراد میں سے ہر ایک اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا، اور آپ ﷺ نے ان کے بارے میں تصدیق بھی کی، فرمایا: ''أصحابي کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم''۔ یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی اتباع کرو گے ہدایت پر رہو گے۔ اور سب بڑی بات یہ کہ قرآن مجید نے ان کے مقبول بارگاہ ہونے کی تصدیق کی، فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً﴾ [سورہ فتح: ۲۹]

محمد (ﷺ) خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی

www.abulhasanalinadwi.org

اوصاف توریت میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں، وہ گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

دین اسلام کا معیاری نظام

اس آیت کی رو سے سارے صحابہ کرام مقبول بارگاہ الٰہی قرار دیے گئے، البتہ اس مقبولیت میں ترتیب بھی ہے، آپ ﷺ سے جو جتنا زیادہ قریب رہا اس کو اتنی زیادہ اولیت حاصل ہوئی، آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رہے، کہ جن سے آپ کی رفاقت اور دوستی نبوت سے پہلے سے تھی، وہ تقریباً آپ کے ہم عمر تھے، صرف دو ڈھائی سال چھوٹے تھے، حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس دین اسلام کو قائم رکھنے اور آگے بڑھانے کی ذمہ داری سب سے پہلے آپ کو ملی اور آپ خلیفۂ اول ہوئے، پھر اسی ترتیب سے آپ کے بعد تین دیگر خلفاء ہوئے جو آپ کے سچے جانشین ہوئے اور خلفائے راشدین کہلائے، ان سب کے ذریعہ خلافت راشدہ یعنی اعلیٰ معیار کی خلافت کا سلسلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد ۳۰ سال تک جاری رہا اور حضور ﷺ نے وحی کے ذریعہ جو اخلاق وصفات اور زندگی کی مختلف ذمہ داریوں میں جو طریقہ عمل اختیار کیا تھا اور اپنے صحابہ کو اس کی تربیت دی تھی اس کے مطابق اسلامی دستور حیات کو صحابہ کرام کے ذریعہ بے کم وکاست جاری کیا جاتا رہا جس کے ذریعہ آئندہ کے لئے ایک اعلیٰ نظیر بن گئی اور دین صحیح کا راستہ روز روشن کی طرح مقرر ہوگیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے نمونہ بن گیا۔

اسلامی تعلیمات میں انسانی زندگی کی رعایت کا جو لحاظ رکھا گیا ہے؛ ان سب کا نمونہ ان تیس (۳۰) سالوں میں آجاتا ہے، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں اسلامی اقتدار میں جو لوگ تھے وہ سب حضور ﷺ کی صحبت یافتہ تھے اور ایمان میں اعلیٰ درجہ پر تھے، ان پر حکومت ان ہی کی سطح کے لحاظ سے رہی، یعنی پوری والے زندگی نافذ کی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری حصہ میں نئی نسل آگئی تھی، نیز دیگر ممالک کے نومسلم حضرات جو ایمان کے لحاظ سے صحابہ کرام کے درجہ پر نہ تھے؛ وہ بھی خاصے آگئے تھے، ایسی صورت میں اسلام کی طرف سے

www.abulhasanalinadwi.org

اجازت کردہ رخصت کا عمل اختیار کرنا قرین مصلحت وحکمت تھا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو محسوس کیا اور اس کو اختیار کیا اور اس کا ایسے حالات میں اختیار کرنا بالکل صحیح اور نظام حکومت کے چلانے کے لیے ضروری تھا، اس طرح اس تیس سالہ مدت میں بھی صحابۂ کرام کا کردار مثالی اور آسمانی تعلیمات کے عین مطابق رہا اور اس میں ذرا بھی کمزوری نہیں آئی۔

حضور ﷺ کے ساتھ ۲۳ سالہ مدت ان کی تربیت وہدایات میں گزارنے کے بعد آپ کے معتمد ترین اصحاب کو اس اعلی تربیتی اخلاق وحلمت کو عمل میں لانے کے لیے ۳۰ رسال کی مدت بطور نمونہ ملی، جس میں حضور ﷺ کے زمانہ میں اختیار کردہ طریقۂ عمل کے عین مطابق کام انجام پائے اور آئندہ کے لئے نمونہ بنا، حضور ﷺ کے معتمد ترین خلفاء کے نظام وانصرام کی یہ ۳۰ سال کی مدت ایسی مدت تھی کہ اس کے اختتام پر نظم وانتظام سنبھالنے کا کام نئی نسل تک بتدریج منتقل ہوا جس میں براہ راست حضور ﷺ کی سرپرستی نہیں تھی، لیکن عین حضور ﷺ کے زمانہ کی اختیار کردہ شے کی طرح تھی، اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی انتظام تھا وہ یہ کہ دس سال وحی الٰہی کے تحت خود حضور ﷺ کے ذریعہ پھر تیس سال آپ ﷺ کے تربیت یافتہ حضرات کے تحت گزریں اور ان چالیس سال میں دین اسلام کے معیاری نظام کا نمونہ سامنے آجائے اور قیامت تک اسی کو سامنے رکھ کر عمل کی کوشش کی جائے کیونکہ دین مکمل کردیا گیا تھا۔

لہٰذا اس کے مکمل ہونے کا نمونہ قیامت تک سامنے رہے، اب اس میں کسی ترمیم کی ضرورت پیش نہیں آنا ہے قیامت تک انسانوں کی صلاح وفلاح کے لئے وہ بالکل کافی ہے، اس لئے کہ وہ اللہ رب العالمین کا دیا ہوا دین ہے، جو انسانوں کے مزاج اور ضرورتوں کو شروع سے آخر تک جاننے والا بلکہ بنانے والا ہے، اسی لحاظ سے اس کو مکمل فرمادیا گیا اور اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمادیا گیا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [سورہ حجر:۹]

بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

مثالی جماعت

حضور ﷺ کے بعد جن حضرات کو یہ سلسلہ چلانا تھا یعنی آپ کے قریبی اصحاب کی جماعت دین اسلام کی وہ مثالی جماعت بنی جس نے نبی کے قول وفعل کو اچھی طرح سمجھا تھا، اور وہ اس کیلئے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی مرضی اور خواہشات کو مٹا چکے تھے اور اپنے نبی کا آئینہ بن چکے تھے، وہ کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتے اور نہ کر سکتے تھے جو اللہ کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو، یہ جماعت جماعت صحابہ کہلائی جن کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہوئی۔

امریکی فوجی مورخ مسٹر رچرڈ جابیل نے جنہوں نے امریکا کے مختلف اہم سرکاری اداروں میں بشمول امریکن خفیہ ایجنسی سی آئی اے خدمات انجام دیں اور مختلف موضوعات پر ۴۰ کتابیں تصنیف کی ہیں، حال ہی میں ایک نئی تحقیق پیش کی ہے جس میں انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہر اعتبار سے مرد کامل اور جینیس انسان ہیں، خاص طور سے اس نے حضور ﷺ کی عسکری اور قائدانہ وتربیتی صلاحیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ''محمد (ﷺ) پہلے اسلامی قائد ہیں اور محمد (ﷺ) نے اپنے ماننے والوں کی ایک ایسی مثالی جماعت تیار کر دی جس نے بیزنطینی اور ایرانی سلطنتیں فتح کر لیں، اور ایسی جماعت تیار کی جس کا اس بات پر پختہ اور کامل ایمان ویقین تھا کہ آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور اپنے نبی ورسول کی بتائی ہوئی ہر بات پر کاربند تھی اور دین اسلام اور اسلامی عقائد ومسلمات (اسلامی آئڈیالوجی) کی حفاظت کی خاطر ہر چیز قربان کر دینے کے لئے تیار تھی''۔

رچرڈ جابیل مزید لکھتے ہیں: ''محمد (ﷺ) نے جو جماعت تیار کی وہ اصول وضوابط کی پابند جماعت تھی، اپنے مشن، پیغام اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہر چیز قربان کر دینے کے لئے ہمہ وقت تیار تھی، اگر ایسی منظم، جذبۂ فدائیت وایثار سے لبریز اور اپنے قائد ومرشد کے بتائے ہوئے ضابطۂ حیات اور نظام زندگی پر سختی سے کاربند جماعت نہ ہوتی تو محمد (ﷺ) کے انتقال کے بعد اسلام کو فروغ نہ ہوتا۔ محمد (ﷺ) کے انتقال کے بعد محمد (ﷺ) کے ساتھیوں کا فتنۂ ارتداد پر قابو پالینا اور مرتد قبائل کو دوبارہ اسلام پر جما دینا محمد (ﷺ) کی تربیت اور قائدانہ صلاحیت کی بین دلیل ہے''۔

رچرڈ جابیل نے مزید لکھا ہے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے ساتھیوں اور ایمان لانے والوں کے دل ودماغ میں یہ بات راسخ کر دی اور بٹھا دی تھی کہ وہ روئے زمین پر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے والے ہیں، یہ تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ کوئی جماعت یہ ایمان اور اعتقاد رکھتی ہو کہ وہ روئے زمین پر اللہ کے احکامات کو نافذ کر رہی ہے۔ محمد (ﷺ) نے جو جماعت تیار کی وہ خاندانی، قومی، نسلی،

www.abulhasanalinadwi.org

قبائلی، علاقائی اور رنگ وروپ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ وہ خالص دین اسلام کی بنیاد پر متحد تھی‘‘۔(۱)

آئینہ قدس کا عکس

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’جس وقت اس (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی حیات کا کارنامہ ختم کیا، کم از کم ایک لاکھ انسان اس کی تعلیم سے عملاً بہرہ مند ہو چکے تھے، اور وہ عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھا تیئس برس بعد وہ اخلاق کے اس اوجِ کمال پر پہنچا جس کی بلندی تک کوئی ستارہ آج تک نہ پہنچ سکا۔

مدینۃ النبی کی اس درس گاہ اعظم کو غور سے دیکھو جس کی چھت کھجور کے پتوں سے اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے اور جس کا نام مسجد نبوی تھا۔ اس کے الگ الگ گوشوں میں ان انسانی جماعتوں کے الگ الگ درجے کھلے ہوئے تھے، کہیں ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ جیسے فرمانروا زیرِ تعلیم ہیں، کہیں طلحہؓ و زبیرؓ و معاویہؓ و سعد بن معاذ و سعید بن جبیرؓ جیسے اربابِ رائے وتدبیر ہیں، کہیں خالدؓ، ابوعبیدہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص اور عمروؓ بن العاص جیسے سپہ سالار ہیں، کہیں وہ ہیں جو بعد کو صوبوں کے حکمراں، عدالتوں کے قاضی اور قانون کے مقنن بنے، کہیں زہاد و عباد کا مجمع ہے جن کے دن روزوں میں اور راتیں نمازوں میں کٹتی تھیں، کہیں ابوذرؓ و سلمانؓ و ابودرداءؓ جیسے وہ خرقہ پوش ہیں جو ’’مسیح اسلام‘‘ کہلاتے تھے، کہیں وہ صفہ والے طالب العلم تھے جو جنگل سے لکڑی لا کر بیچتے تھے اور گزارا کرتے اور دن رات علم کی طلب میں مصروف رہتے تھے، کہیں حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے فقیہ ومحدث تھے، جن کا کام علم کی خدمت اور اشاعت تھا، ایک جگہ غلاموں کی بھیڑ ہے، تو دوسری جگہ آقاؤں کی مجلس ہے، مگر ان میں ظاہری عزت اور دنیاوی اعزاز کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی، سب مساوات کی ایک ہی سطح پر اور صداقت کی ایک ہی شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہیں، سب پر توحید کا یکساں نشہ چھایا اور سینوں میں حق پرستی کا ایک ہی ولولہ موجیں لے رہا ہے، اور سب اخلاق کے ایک ہی آئینہ قدس کا عکس بننے کی کوشش میں لگے ہیں۔‘‘(۲)

---

(۱) عربی ماہنامہ ’’المجتمع‘‘ کویت، شمارہ نمبر:۱۷۹۶، ۲۰۰۸/۴/۵ء

(۲) سیرۃ النبی، از: سید سلیمان ندوی، ۲۴/۶-۲۵، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور، مارچ ۱۹۹۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

اطاعت وفدائیت کا اعلیٰ ترین معیار

سابقین اولین

شروع میں جو لوگ ایمان لائے ان کو اپنے ایمان لانے پر جو ظلم اور دشمنی جھیلنی پڑی وہ غیر معمولی حد تک زیادہ تھی اور برسوں جاری رہی اور اس سے سابقہ ایسے لوگوں کو پڑ رہا تھا جو اپنے خاندان کے معزز لوگ تھے اور اس سے قبل تک وہ معمولی اہانت یا زیادتی کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے تھے، خواہ اس سے جنگ کی نوبت آجائے، لیکن ان ایمان لانے والوں کو حکم یہی تھا کہ برداشت کرو اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ کب تک برداشت کرنا ہے اور یہ کبھی ختم بھی ہوگی یا نہیں، ایسی صورت میں ضبط نفس اور برداشت پتھر جیسے دل رکھنے والے ہی کر سکتے ہیں یا ایسے کمزور اور بے وقعت لوگ جو کسی بھی ظلم کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لیکن یہ ایمان لانے والے قریشی انتقام لینے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن حکم خداوندی کی وجہ سے برداشت کر رہے تھے، چنانچہ اسی لحاظ و مقام سے ان کا رتبہ بڑھا اور سابقین اولین کہکر ان کا رتبہ بلند قرار دیا گیا، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

[سورہ توبہ، آیت ۱۰۰]

"جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے"۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

www.abulhasanalinadwi.org

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [الحدید، آیت ۱۰]

"جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام بعد میں کئے وہ) برابر نہیں، اِن لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے سے کہیں بڑھ کر ہے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور کفار سے جہاد اور قتال بعد میں کیا البتہ خدا نے (ثواب اور) جزاء (کا) وعدہ دونوں سے کیا ہے"۔

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ شروع میں جو لوگ ایمان لائے، ان کو زیادہ سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے پوری اطاعت وفدائیت کا جو ثبوت دیا اور قربانیاں پیش کیں، وہ بھی اعلیٰ ترین معیار کی تھیں، یہ عموماً مدنی زندگی سے پہلے کا زمانہ تھا، جس میں ان کو اپنے ہی عزیزوں سے بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی طرف سے طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں، پھر دین کی خاطر اپنا سب مال ومتاع اور اہل وعیال چھوڑ کر ترک وطن برداشت کرنا پڑا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ان کی اس فدائیت وتعلق کا بڑا اثر تھا، آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان میں سے بہت سے لوگوں کے ایمان ویقین کی پختگی کے قبول کئے جانے اور بہترین کامیابی ہونے کا اظہار فرمایا۔

عشرہ مبشرہ

ان میں درجہ اول کے حضرات عشرۂ مبشرہ کہلائے، یہ دس حضرات ہیں جن کو ایک ساتھ جنتی ہونے کی بشارت سنائی گئی، فرمایا: " أبو بكر في الجنة، و عمر في الجنة، و عثمان في الجنة، و علي في الجنة، و طلحة في الجنة، و الزبير في الجنة، و عبد الرحمن بن عوف في الجنة، و سعد في الجنة، و سعيد في الجنة، و أبو عبيدة بن الجراح في الجنة "(سنن ترمذی، کتاب المناقب)

ان کے علاوہ اور بھی دیگر متعدد صحابہ کے متعلق انفرادی طور پر بشارت کے جملے ارشاد فرمائے ہیں، غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں اور بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں کے لئے بھی بشارت دی، ان اہم حضرات کے متعلق یہ بشارتیں موقع موقع سے نام لیکر دی گئیں، عموی

www.abulhasanalinadwi.org

بشارت دیگر لوگوں کو بھی دی گئی، قرآن مجید میں فرمایا ﴿رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ﴾ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی وخوش ہے، اور یہ بھی اپنے خدا سے راضی وخوش ہیں۔

خلفاء راشدینؓ صحیح اسلامی نظام کے لیے نمونہ

عشرۂ مبشرہ حضرات میں سب سے اول چار حضرات مزید فائق قرار پائے، ان حضرات کو حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی اصل نیابت خلافت راشدہ کی صورت میں عطا ہوئی، یہ خلفاء راشدین کہلائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی تھا "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین" کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔(۱)

یہ چار حضرات یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور ﷺ کے طریقہ کو پورے اخلاص وامانتداری کے ساتھ انجام دیتے رہے، اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے بعد کے لئے یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی کہ خلافتِ نبوت ۳۰ سال رہے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں، دوسرے حضرت عمرؓ، تیسرے حضرت عثمانؓ، چوتھے حضرت علیؓ، حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ نظام سنبھالا، جس پر تیس سال پورے ہوئے، انکی خلافت تک کے عہد کو خلافت راشدہ کا عہد قرار دیا گیا، اس پر ہجری تاریخ کے چالیس سال پورے ہوئے، شروع کے دس سال خود حضور ﷺ کے مدنی قیام میں نظام اسلام کے قیام اور تشکیل کے اور پھر تیس سال اس کی تابعداری میں اور نمایندگی میں گزرے، اس تیس سالہ مدت میں اسلام کا حلقہ عرب علاقہ سے نکل کر قرب وجوار کے ممالک میں پھیلتا اور وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، اس تیس سالہ مدت میں اسلام کا حلقہ وسط ایشیا سے افریقہ تک پہنچ گیا۔

خلفاء راشدین کا یہ تیس سالہ دور وہ مثالی دور ہے جو ہر زمانہ میں صحیح اسلامی نظام کے لئے نمونہ اور رہنما دور ہے جس سے ہر اسلامی نظام کو رہنمائی لینا ہی اس کے اسلامی نظام ہونے کی تصدیق ہے (یہ تیس سالہ دور ربیع الاول ۱۱ھ سے شروع ہوکر ربیع الاول ۴۱ھ پر مکمل ہوا)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: منشاء نبوی ومزاج نبویؐ

یہ خلیفۂ اول ہیں اور یہ گھر کے باہر کے لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے

---

(۱) ابوداود وترمذی

www.abulhasanalinadwi.org

صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت معتمد اور جان نثار صحابی ہیں، جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کا فیصلہ کیا تو رفاقت کے لیے انہی کا انتخاب کیا، منشأ نبوی و مزاج نبوی کو سمجھنے میں یہ سب سے ممتاز تھے، اپنی وفات سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی امامت ان سے کرائی ، ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ہر کام میں شریک، اسی لیے انھیں صحابہ کرام میں پہلے نمبر کا شخص سمجھا جاتا ہے، حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے قائم مقام اور خلیفہ ہوئے اور آئندہ کے لئے اسلام کی مضبوطی کا ذریعہ بنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ایک صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں داخل فرمایا تھا اس طریقہ سے ان کی رفاقت اور تعاون کی قدر کا اظہار فرمایا، حضرت عائشہؓ چونکہ بہت کم سنی میں آپ کی رفاقت میں آگئیں اس لیے ان کا نشو ونما بھی آپ کی سرپرستی میں ہوا اور اہلیہ ہونے کی بنا پر آپ کے اندرون خانہ معاملات کی جاننے والی ہوئیں، جس سے بعد میں لوگوں کو بہت فیض حاصل ہوا۔

خلیفہ اول کی خلافت دو سال رہی، اس مدت میں آپ نے حضور ﷺ کے مزاج اور ہدایت کے عین مطابق نظامِ اجتماعی اور فرائض حکومت کو جمایا اور مضبوط کیا اور اس طریقہ سے اسلام کا یہ نظام اپنی بالکل صحیح پٹری پر جاری وساری رہا پھر اپنے انتقال کے آثار شروع ہو جانے کے وقت اپنے بعد کے لئے بہت سوچ سمجھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ طے کر دیا، جن کے نمبر دو ہونے کا ثبوت بعد میں پوری طرح ثابت ہوا اور انہوں نے اسلامی نظام کو اسی پٹری پر عظیم کارناموں کے ساتھ جاری وساری رکھا، اس کا سہرا بھی انہی کے انتخاب کی طرف جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اسلامی نظام کی خدمت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا نام ہے، وہ شروع میں جب تک اسلام کو نہیں سمجھ پائے تھے اس کے سخت دشمن تھے اور سمجھنے کے بعد اس کے زبردست فدائی بن گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور تعاون میں پوری طرح لگ گئے اور اسلام کے بڑے جانباز و وفادار سپاہی کی حیثیت سے لگے رہے، حتی کہ یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد انہی کا مرتبہ ہے، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے اور دس سال انہوں نے اسلام کی نمائندگی اور اسلامی نظام کو پھیلانے کی خدمت انجام دی، انہی کے دور میں عرب کے قرب وجوار کے کئی اہم ترین ممالک اسلامی نظام کے تابعدار بنے اور اسلام کا جھنڈا

قریب کے کئی ملکوں میں لہرایا اور بیت المقدس جیسا متبرک شہر جہاں کے لوگ اسلام کے تابعدار اب تک نہیں ہوئے تھے، ان کے سامنے بخوشی تابعدار بنے اور شہر مسلمانوں کی حکومت کے حوالہ کردیا، ان کی بھی ایک صاحبزادی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نکاح میں داخل کیا اور اس طریقہ سے ان کی خدمات کی قدردانی کا اظہار کیا اور اسلام کے صحیح مزاج سے ان کی مطابقت کئی معاملات میں کھل کر سامنے آئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عظیم ترین فتوحات ہوئیں اور اعلیٰ نظم وضبط قائم ہوا اور نئے حالات کے سامنے آنے پر حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق آپ نے ان کو حل کیا، اس طریقہ سے انتشار کی صورت پیدا نہیں ہوئی اور اسلامی احکام اور حضور ﷺ کے قائم کیے ہوئے نظام کی مضبوطی کا ذریعہ بنے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: دولت اسلامی مقاصد میں

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہوئے جو قدرے دولتمند آدمی تھے، ایمان لانے کے بعد اپنی دولت کو زیادہ سے زیادہ اسلامی مقاصد میں صرف کرنے لگے اور اسلام کی تقویت کے لیے تن من دھن سے لگ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ان کی زوجیت میں دیا، ان کے انتقال کے بعد دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دیا، اس طرح ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوہرا رشتہ حاصل ہوا اور ذوالنورین کا خطاب ملا، یعنی دو نورانیت حاصل کرنے والے، وہ حضور ﷺ کی ایک دادیہالی شاخ امیہ بن عبد شمس کی اولاد میں تھے، اور اپنے خاندان میں عالی مرتبت تھے، ان کے اسلام لانے سے اسلام کو تقویت ملی تھی، لیکن ان کے خاندان والوں نے اسلام لانے پر ان کو پریشان کیا، اور اتنا پریشان کیا کہ ان کو مکہ چھوڑ کر حبشہ دوبار ہجرت کرنی پڑی اور جب اسلام کو مضبوطی حاصل ہوگئی تو وہ حبشہ سے واپس آئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی خصوصیات اور خوبیاں عطاء فرمائیں تھیں، غزوہ تبوک میں غزوہ کے مصارف کے لئے بہت بھاری رقم کا تعاون دیا، ان کی صفات وخصوصیات میں شرم وحیا خاص طور پر بڑھی ہوئی تھی، جس کی خاص طور پر اظہار قدردانی حضور ﷺ نے فرمائی، ان کو اپنے زمانۂ خلافت میں بعض معترضین کی طرف سے بڑی اذیت پہنچی اور ان کے مخالفوں نے ان

www.abulhasanalinadwi.org

پر حملہ کر کے شہید بھی کر دیا، یہ سنگین واقعہ ۳۵ھ کا ہے، ۸۲ سال عمر ہوئی، یہ شہید کیے جانے والے دوسرے خلیفہ ہیں، ان کی شہادت کے واقعہ سے اسلامی حکومت میں بڑا اضطراب پیدا ہوا، جو مختلف پریشانیوں کا سبب بنا، ان کی خصوصیت میں حضور ﷺ نے فرمایا: "لکل نبي رفيق ورفيقي عثمان" یعنی ہر نبی کا ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرے ساتھی عثمان ہوں گے۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تربیت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، جو ابوطالب کے بیٹے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے اور حضور ﷺ کو نبوت ملنے سے پہلے ہی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے لے کر اپنے ساتھ کر لیا تھا، اس طرح وہ بچپن سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، ان کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تیس سال کم تھی، لہذا عمر کے لحاظ سے آپ ﷺ کے لڑکے کی طرح تھے، آپ ﷺ نے ان کے جوان ہونے پر اپنی صاحبزادی کو ان کے نکاح میں دے دیا، یہ صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت محبوب صاحبزادی تھیں اور زندگی بھر آپ ﷺ کے ہمراہ اور قریب رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نواسے اور نواسیوں کی صورت میں انہی سے چلی، حضرت حسن اور حضرت حسین ان کے بیٹے تھے جو گھر سے گھر ملا ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے اور پوتوں کی طرح رہے، اس طرح ان کو آپ ﷺ کی بڑی شفقت ملی، حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بچپنے ہی سے تاحیات رہے اس لیے انہوں نے آپ ﷺ سے بہت کچھ بلکہ سب سے زیادہ سیکھا اور آپ کی تربیت پائی جس سے دوسروں کو فیض پہنچا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ سے قریب تر رہنے اور آپ کی خصوصی تربیت پانے کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال ہوا کہ آپ کے بعد یہی خلیفہ ہوں گے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے قریب ترین رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ۲۸ سال چھوٹے ہونے کی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زیادہ ترجیح رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی رفاقت کی وجہ سے زیادہ مزاجی توافق رکھنے والے تھے، لہذا پہلی خلافت کے لئے ان کا انتخاب ہوا اور

(۱) سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ

www.abulhasanalinadwi.org

خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوئے، وہ بھی حضرت علی سے ۱۷ سال بڑے تھے، اسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوئے، وہ بھی حضرت علی سے عمر میں بڑے تھے، ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لئے انتخاب ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر زندگی گزارنے کی وجہ سے علم وحکمت، شجاعت اور دینی خصوصیات میں بڑے ممتاز تھے، جہاد میں اپنے کو آگے رکھنے کی کوشش کرنے والے تھے اور کئی بار غیر معمولی بہادری کا ثبوت دیا، حضرت عثمان کے بعد مملکت اسلامی میں جو اضطرابی حالات پیش آئے وہ ان کے خلیفہ ہونے کے زمانہ میں پیش آنے پر ان کو ان حالات کا سخت مقابلہ کرنا پڑا اور آخر میں ان کو اپنے سابق خلیفہ کی طرح شہید کردیا گیا، یہ رمضان ۴۰ھ کا سانحہ ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

شروع سے اسلام میں داخل ہوئے، اور وہ کامیاب تاجر تھے، اس لیے وہ دولت مند تھے، انہوں نے اپنی دولت کے ذریعہ اور تن من دھن سے اسلام کی تقویت کا کام کیا، وہ ان دس صحابہ میں ہیں جن کو جنت کی بشارت ملی اور ان کو صحابۂ کرام کی ممتاز شخصیتوں میں مقام ملا، حبشہ کی طرف دوبار ہجرت کی، بدر واحد اور دیگر غزوات میں دلیرانہ شرکت کی، غزوہ تبوک میں ایک نماز حضور ﷺ نے ان کے پیچھے ادا کی، ۳۲ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان التیمی رضی اللہ عنہ نام ہے، بدر واحد اور دوسرے غزوات ومعرکوں میں شریک ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت ابوایوب انصاری کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مشرکین کو بڑھتے دیکھا تو خود آگے آگئے، جس کی وجہ سے ان کو ضربیں آئیں، ۳۶ھ میں شہادت پائی۔ زندگی اسلام کی وفاداری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزاری ایسی گزاری کہ ان کو بھی دس جنتیوں کی بشارت حاصل ہوئی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوام بن خویلد الاسدی عمائدین صحابہؓ میں تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

وسلم کی اولوالعزمانہ اوصاف کی حامل پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، حضرت اسماء بن أبی بکر الصدیق ان کی زوجیت میں تھیں، ان کے صاحبزادگان میں حضرت عبداللہ بن زبیر کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، ۳۶ھ میں شہادت پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو اپنا حواری قرار دیا تھا اور جن دس صحابہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی ان میں ان کا نام بھی لیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح الفہری ہے، حضرت ابوبکر کی کوشش سے مشرف باسلام ہوئے، سبھی غزوات ومعرکوں میں شریک ہوئے، شام کا بڑا علاقہ ان کے ذریعہ فتح ہوا، شام میں ہی امیر تھے اسی زمانہ میں ۱۸ھ کو وفات پائی۔ یہ بھی دس بشارت یافتہ جنتیوں میں ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننیہالی خاندان سے تعلق تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بڑا خیال فرماتے تھے، ایران کے خلاف جنگ میں قائد بھی رہے اور یہ بھی دس بشارت یافتہ جنتیوں میں ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابی ہیں، سابقین اولین میں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے، ان سے ہی متاثر ہوکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کا ارادہ ظاہر کیا، ان کو بھی جنت کی بشارت ملی اور ان کے نام پر عشرہ مبشرہ جنتیوں کی تعداد پوری ہوتی ہے۔(۱)

---

(۱) خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ کے حالات وفضائل کے لیے ملاحظہ کریں: جامع ترمذی کتاب المناقب، طبقات ابن سعد، اسد الغابۃ، تذکرۃ الحفاظ، سیر اعلام النبلاء، کتاب الریاض النضرۃ، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، جلد ۱۱، حیاۃ الصحابۃ، تاریخ طبری جلد سوم، البدایۃ والنھایۃ، الکامل فی التاریخ

www.abulhasanalinadwi.org

دیگر چند اہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کی اولاد میں دو حضرات کو اسلام لانے کا اعزاز حاصل ہوا، ان میں ایک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملنے کے وقت جوان اور صاحب عزیمت شخصیت کے مالک تھے اور ان کے خاندانی مرتبہ اور ان کے ہمت وعزیمت کا مکہ میں چرچا تھا اور یہ چیز ان کے رعب وداب کا باعث تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھتیجہ ہونے کے رشتہ سے ہمدردی رکھتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر ابوجہل جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مخالف شخص تھا اور اس کو خاندان قریش میں معزز اور باثر مقام بھی حاصل تھا، اس نے آپ ﷺ کو بہت ایذاء پہنچائی اور تکلیف دی، حضرت حمزہؓ شکار سے واپس آرہے تھے تو ان کو اس بات کا پتہ چلا ان کو غصہ آیا، انہوں نے ابوجہل کی خبر لی اور چیلنج کیا اور اسی جوش وہمدردی میں اسلام بھی قبول کرلیا اور اپنے اسلام کا اعلان کردیا، جن کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت حاصل ہوئی، اس کے بعد سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، اور مدد وتعاون کرتے رہے، غزوۂ احد میں دھوکہ دے کر ان کو شہید کیا گیا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے رنج وخسارہ کا احساس ہوا، اور اپنے محبت اور ہمدردی کرنے والے عزیز وقریب شخصیت کی کمی محسوس کی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک عظیم المرتبت صحابی رسول ﷺ تھے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور اس کے نتیجہ میں ان کو اپنی آرام دہ زندگی کو خیر باد کہنا پڑا اور اپنا وہ اعلی لباس اور اعلی طعام جوان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ ہونے کی صورت میں حاصل تھا، ایمان اختیار کرلینے پر اپنے ماں باپ سے جدا ہونا پڑا اور جدائی کی صورت میں اپنی راحت کا سب

www.abulhasanalinadwi.org

سامان چھوڑنا پڑا، اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پوری محبت اور فدائیت کے ساتھ ہوگئے اور جب مدینہ میں ایمان کی فضاء قائم ہونے لگی اور وہاں دینی تعلیم کی ضرورت محسوس کی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی کو وہاں معلم اور داعی بنا کر بھیجا، انہوں نے تعمیل حکم کی اور وہاں جا کر حکمت ومحنت کے ساتھ دعوتی کام انجام دیا حتی کہ سال بھر کے اندر اکثر اہل مدینہ جوق درجوق اسلام میں داخل ہوگئے اور وہ اپنے اس کارنامہ اور ایمان وزہد کے ساتھ اپنے اوقات گزارتے ہوئے غزوۂ احد میں مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوئے اور اس میں شہید ہوئے، اس وقت بھی ان کی دنیاوی بے بضاعتی کا یہ حال تھا کہ کفن تک کے لئے ان کے پاس پورا کپڑا نہ تھا، صرف ایک کمبل تھا کہ سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے، پیر چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر ڈھکو اور پیروں کو درخت کے پتوں سے چھپاؤ اور بہت تاثر وتعلق خاطر سے ان کے ایمان اور فدائیت پر بڑے قدر کے الفاظ کہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

چچاؤں میں دوسرے چچا تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا، البتہ ایک عرصہ تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، لیکن مخفی طریقہ سے ہمدردی اور تعاون برابر کرتے رہے، اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشمنوں کی جو کارروائیاں ہوتی تھیں ان کا غیر جانبدارانہ انداز سے تدارک کرتے تھے، آخر میں جب مکہ کے ماحول سے ان کو جو خطرات محسوس ہوتے رہے تھے ان خطرات کے کمزور ہوجانے پر اپنے اسلام کا کھل کر اظہار کردیا، ان سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت پہنچی، آپ کے بیٹوں کو بھی اسلام کی دولت نصیب ہوئی جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اونچا مقام حاصل ہوا، جن کو قرابت خاندانی کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا قرب رہا جو ایک خاندانی خورد کو اپنے بڑے عزیز سے ہوتا ہے، ان کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی، جن میں بعض سے علم ودین کی بڑی اشاعت ہوئی اور طویل المدتی اقتدار ان کی نسل کو حاصل ہوا، ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جو اپنی زندگی بھر باوجود اسلام نہ لانے کے

آپ کی بھرپور حمایت کرتے رہے تھے اور مکہ میں آپ کی ایک طرح سے حفاظت کا ذریعہ تھے، ان کی وجہ سے آپ کو نبوت ملنے کے دس سال تک بڑی مدد ملتی رہی اور وہ دشمنوں کی ایذاء رسانی میں اپنی حد تک حائل ہوتے رہے، وہ اگرچہ اسلام نہیں لائے، لیکن ان کے کئی صاحبزادگان اسلام لائے جن میں خاص طور پر حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ قابل ذکر ہیں۔

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے ان مسلمانوں کی نمائندگی اور قیادت کی تھی جو حبشہ ہجرت کرکے گئے تھے اور وہاں کے بادشاہ نجاشی سے بہت مؤثر گفتگو کرکے وہاں کے بادشاہ کی حمایت حاصل کی تھی، حضرت جعفر کی تقریر بڑی مؤثر اور اسلام کی بہترین ترجمانی کرنے والی تقریر تھی، دین کے لئے بڑی قربانیاں دیں، جنگ موتہ (۰۸ھ) میں مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے شہادت پائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے، ان کی وفات کا بھی آپؐ پر بڑا اثر پڑا اور آپؐ نے انہیں طیار خطاب دیا اور ان کے لیے ایک موقع پر فرمایا "أشبهت خَلقي و خُلقي" ۔یعنی صورت وسیرت میں تم مجھ سے مشابہ ہو، عمر میں حضرت علی سے بڑے تھے، چالیس سال سے زیادہ عمر پائی، ان کی غریب پروری کی وجہ سے انہیں "ابوالمساکین" خطاب دیا گیا اور معرکہ موتہ میں دونوں ہاتھ کٹ جانے کی وجہ سے "ذوالجناحین" کا خطاب ملا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے دیکھا ہے۔(۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلام لانے والوں میں حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا اہم ہے، وہ ایرانی تھے، لیکن ان میں صحیح مذہبی شخصیت کی تلاش تھی، اس تلاش میں وہ کئی عیسائی علماء اور بزرگوں کے یہاں یکے بعد دیگرے رہے، لیکن ان کو اچھا تجربہ نہیں ہوا اور آخر میں مدینہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اسلام لائے اور پھر برابر اسلام کی تقویت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعاون میں شریک رہے اور اسلام کے دفاع میں بعض بہترین تجاویز پیش کیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی تجویز بھی انہی کی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بڑی قدر فرمائی اور فرمایا: "سلمان منا أهل البيت"۔ مدائن میں ۳۶ھ میں انتقال فرمایا۔

(۱) ترمذی کتاب المناقب

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

اسلام کی دعوت جب مدینہ طیبہ پہونچی اور وہاں کے کئی ذمہ دار اسلام میں داخل ہوئے، ان میں مدینہ کے دو اہم قبیلوں کے سردار حضرت سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے اور قبیلہ کے بڑے ذمہ دار و با اثر تھے، اسلام میں داخل ہوئے، اسی طرح حضرت سعد بن عبادۃ جو قبیلہ خزرج کے سردار اور باثر ذمہ دار تھے، اسلام میں داخل ہوئے، ان دونوں کے اثر سے دونوں قبیلہ کے اکثر لوگ اسلام میں داخل ہوگئے، اس طرح گویا مدینے کی اکثر آبادی اسلام کی فرمانبردار ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں منتقل ہونے کی دعوت دی اور اسی دعوت پر آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کو اپنا مرکز بنایا اور ان دونوں قبیلوں کے افراد نے مکمل وفاداری اور مکمل تابعداری کا ثبوت دیا اور مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو اپنے حقیقی بھائیوں کی طرح مہمان بنالیا ان حضرات نے اسلام میں داخل ہونے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے ایک صحابی کو مدینہ بلوایا، وہ حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے، جن کا اسلام کے وسیع طریقہ سے پھیلنے میں بڑا دخل تھا، مدینہ کے اُسید بن حضیرؓ، اسد بن زرارہؓ نے بڑی مدد دی، اور حکمت اختیار کر کے حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کامیابی میں مدد دی، جس کے نتیجہ میں تقریباً پورا مدینہ اسلام کا حامی اور محافظ بن گیا، اور حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے اپنے اپنے سربراہِ قبیلہ ہونے کی بنیاد پر اسلام اور مسلمانوں کو پورا تعاون دیا۔ حضرت سعد بن معاذ حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد پوری فدائیت کے ساتھ اسلام کی نصرت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا حق ادا کرتے رہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج مدینہ منورہ کے بڑے قبیلے تھے، ان میں قبیلۂ خزرج زیادہ بڑا قبیلہ تھا، قبیلۂ اوس اگر چہ قبیلۂ خزرج سے چھوٹا تھا، لیکن تقریباً اسی کی ٹکر کا قبیلہ تھا، یہ دونوں ملکر مدینہ کے اصل اور بڑی تعداد کے باشندے تھے، حضرت سعد بن عبادہ قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، اس قبیلہ کے ایک بڑے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھے، اسلام کے مدینہ پہونچنے کے وقت ان کی بڑی اہمیت تھی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دل سے ایمان نہیں لائے تھے، ان کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور اندر سے مخالفت اور خفیہ ریشہ دوانی کے باوجود

حضرت سعد بن عبادہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق رکھا اور اپنے بڑے سردار سے متاثر نہیں ہوئے اور اسلام سے پوری وفاداری کا ثبوت دیا۔

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

اسید بن حضیرؓ قبیلہ اوس کے سردار تھے، جس کے بڑے سردار حضرت سعد بن معاذؓ تھے، حضرت سعد بن معاذؓ کے اسلام لانے میں ان کی کوشش کا بڑا حصہ ہے، حضرت اسعد بن زرارہؓ کا بھی بڑا تعاون رہا اور یہ سب حضرات اسلام کے ایسے حامی بنے کہ مسلمانوں کو مدینہ میں اپنا کامیاب محاذ بنانے میں بڑی مدد ملی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

جندب بن جنادہ نام تھا اور قبیلۂ غفار کے فرد تھے، رسالت مآب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر مکہ مکرمہ آئے اور آپ ﷺ سے مل کر مطمئن ہوئے اور ایمان لائے، پھر اپنے قبیلہ میں اور اپنے پڑوس کے قبیلہ اسلم میں کوشش کر کے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو اسلام میں داخل کیا اور برابر اسلام کی دعوت کا کام کرتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعاون دیتے رہے، انہوں نے زہد و تقشّف کی زندگی کو ترجیح دی اور ہمیشہ دولت سے گریز کرتے رہے، قناعت اور بقدر کفاف پر گزارا کیا اور زاہدانہ زندگی کی ایسی اعلیٰ مثال پیش کی جو آپ کی پہچان بن گئی، آخر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

عویمر بن ساعدہ نام ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور دین کا بڑا علم حاصل کیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کے معلم، محدث، فقیہ کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں شام بھیج دیا تھا، وہاں انہوں نے دین کا علم خوب پھیلایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

مشہور صحابہ میں ہوئے، ابو عبد الرحمن کنیت ہے، خزرجی ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ رہتے ہوئے دین کا بہت علم حاصل کیا، یہاں تک کہ حرام وحلال کے سلسلہ میں صحابہ میں سب سے بڑے عالم کہے گئے اور اس سلسلہ میں ان کو مرجعیت ملی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر انہیں دینی مسائل سے واقف کرایا، جس کو انہوں نے بعد کے لوگوں کو اس سے روشناس کیا اور علم پھیلایا، ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "مجھے تم سے محبت ہے"۔ انہیں تعلیم دین اور ہدایت کے کام کے لئے یمن بھیجا تھا، جہاں سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آئے اور پھر شام جا کر تعلیم ودعوت کا کام کیا اور وہیں ۱۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو صحابہ بہت قریب تر تھے اور جن سے آپ ﷺ راز کی باتیں بھی فرمایا کرتے، ان میں حضرت حذیفہ کو امتیازی مقام حاصل رہا، اسی لیے آپ کو "صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا خطاب ملا، منافقین کی نشاندہی اور قیامت تک پیش آنے والے مصائب اور پیشین گوئیوں کا علم خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد وفات پا گئے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ

حضرت خباب بن الأرتؓ بھی مشہور صحابہ میں تھے اور شروع ہی سے اسلام میں داخل ہوئے اور کفار کی طرف سے بہت ایذا رسانی برداشت کی، دہکتے انگاروں پر لٹائے گئے اور سینہ پر پتھر رکھا گیا تا کہ ہل نہ سکیں، مگر سب کچھ سہا اور اپنے عقیدہ و دین پر مضبوطی سے قائم رہے اور اللہ کے لیے دین کے لیے بڑی عزیمت کا ثبوت دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حضرت بلال بن رباحؓ نے بھی دین کے خاطر بڑی اذیتیں اٹھائیں، حبشہ کے رہنے والے تھے اور مکہ کے ایک سردار کے غلام تھے، شروع میں اسلام لائے، اس پر ان کو ان کے سردار نے بڑی اذیت دی، زمین پر انہیں لٹا کر گرم پتھر ان پر رکھتا اور ان سے پھرنے کو کہتا، وہ احد احد کہے جاتے، یہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے خرید لیا پھر آزاد کر دیا، یہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہے اور جب نماز کے لیے اذان مقرر کی گئی تو وہی اذان

www.abulhasanalinadwi.org

دیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو موذن بنایا اور آخر تک وہ موذن رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انجام دیتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں رہنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی اور وہ دوسری جگہ نکل گئے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابی ہیں، بنی اسرائیل کے فرد ہیں، یہودی المذہب تھے اور بڑے علمائے یہود میں شمار کئے جاتے تھے، ایمان لائے تو اسلام میں بھی ان کا درجہ بلند ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وشهد شاهد من بني إسرائيل على مثله فآمن﴾ [سورہ احقاف: ۱۰] اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح کی ایک (کتاب) کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا۔

چنانچہ یہ بڑے علمائے اسلام میں بھی ہوئے، جنت کی بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، قوم یہود ان کی بڑی قائل اور ان کے فضل وکمال کی بڑی معترف تھی، لیکن ان کے ایمان لاتے ہی ان کی دشمن ہوگئی، البتہ ان کا اپنا گھر ایمان لے آیا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ

حضرت صہیب بن سنانؓ بھی مشہور صحابی ہیں، بچپن اور نوجوانی کا خاصا وقت غلامی کی وجہ سے روم میں رہے، اس لیے رومی کہلائے، بعد میں مکہ میں رہے اور یہیں دارارقم میں حاضر ہوکر ایمان لے آئے اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد اسلام کو اپنی بہادری اور سپاہیانہ صلاحیت سے فائدہ پہونچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اور مطیع اور کارگزار صحابی رہے، مشرکین مکہ نے انہیں بڑی اذیتیں دیں، ہجرت کرنے لگے تو وہ لوگ آڑے آئے، مگر یہ کہا کہ اگر تم اپنا سارا مال ومتاع چھوڑ دو تو جاسکتے ہو، انہوں نے سب کچھ قربان کردیا اور ہجرت کر گئے، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ربح صہیب، ربح صہیب" کہ صہیب خوب نفع میں رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی خوبیوں کے بڑے قائل تھے اور نماز جنازہ کے لیے انہی کے لیے وصیت فرمائی تھی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن حارثہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور مشہور صحابی گزرے ہیں، وہ غلام کی حیثیت سے آپ ﷺ کی اہلیہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

عنہا کے پاس تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زوجیت کا تعلق ہونے کے بعد انہوں نے آپ کو دے دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے بیٹے کی طرح قرار دیا، ان کے باپ عرصہ سے ان کی تلاش میں تھے، انہوں نے چاہا کہ ان کا یہ بیٹا ان کو مل جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے، مگر حضرت زیدؓ باپ کے ساتھ جانے پر تیار نہ ہوئے اور آپ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی، آپ بھی ان سے بیٹے کی طرح پیش آتے، اس کی وجہ سے ان کو زید بن محمد بھی کہا جانے لگا تھا، مگر وحی کے ذریعہ حکم ملا کہ کسی کو بیٹا بنا لینے سے بیٹا نہیں بنتا، لہذا وہ زید بن حارثہؓ کہے جانے لگے۔

آپ ﷺ نے ان کا بڑا خیال رکھا اور بعد میں اپنی پھوپھی کی لڑکی سے ان کی شادی کر دی جو نبھ نہ سکی اور دونوں میں علیحدگی ہو گئی، تو آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی کی صاحبزادی کی دلداری کے لیے اپنی زوجیت میں لے لیا، لیکن حضرت زید کے ساتھ اچھا برتاؤ ہی کرتے رہے، ان کے بیٹے حضرت اُسامہؓ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اولاد کی طرح محبت و شفقت کا معاملہ کرتے تھے اور ان کو ایک غزوہ میں بڑے بڑے صحابہ کے باوجود فوج کا سربراہ بنایا۔

حضرت ارقم بن اَبی الارقم رضی اللہ عنہ

حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ قریش کے مشہور قبیلہ بنی مخزوم کے فرد تھے، اس شاخ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید مخالفین تھے، لیکن حضرت ارقمؓ اسلام لے آئے اور پھر اپنے گھر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صحابہ سے ملنے اور دینی رہنمائی کے لیے ایک پوشیدہ مقام کی حیثیت سے سپرد کر دیا تھا، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سے ملتے اور مذاکرہ کرتے، حضرت عمرؓ بھی وہیں جا کر اسلام لائے، حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ نے اس طرح اسلام کی تقویت اور مدد کا ثبوت دیا اور ان کے گھر کا نام دار ارقم کے نام سے آج بھی معروف ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن العاصؓ بڑی سوجھ بوجھ حکمت عملی میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، قریش کی طرف سے اسلام کی مخالفت میں لگے رہے اور جب مسلمان حبشہ ہجرت کرنے لگے تو ان کو پکڑ کر لانے کے لیے بھیجے گئے تھے کہ حبشہ کے بادشاہ سے بات کر کے پکڑ کے لائیں، وہ اسلام کی مخالفت میں رہے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد ان کو اسلام کے متعلق اطمینان حاصل ہوا اور حضرت

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لے آئے اور پھر اپنی صلاحیتیں اسلام کی خدمت میں لگا دیں اور بڑی مفید خدمات انجام دیں، حضرت عمرؓ کے دور میں مصر کی فتح کا کارنامہ انجام دیا۔ اور مصر میں ۵۰ھ کے آس پاس وفات پائی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

سابقین اولین میں ہیں، قحطانی الاصل ہیں، انہیں بھی مشرکین مکہ نے بڑی اذیتیں دیں، جس سے ان کی پشت پر سیاہ داغ پڑ گئے تھے، جو آخر تک رہے، اسی طرح آپ کے والد حضرت یاسرؓ اور والدہ حضرت سمیہؓ تو اسلام کی پہلی شہید خاتون تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تکلیفوں کو دیکھ کر فرمایا کرتے: ''اے اہل یاسر صبر کرو'' اور کبھی فرماتے ''تم کو بشارت ہو جنت تمہاری مشتاق ہے''، حضرت عمارؓ کو شہادت کی بشارت حضور ﷺ نے سنائی تھی، جنگ صفین میں شہادت پائی۔

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن الولیدؓ قریش کے شہسواروں میں تھے اور فوجی قیادت کا کام بھی ان کے سپرد کیا جاتا تھا اور مسلمانوں کی جو جنگیں کافروں سے ہوئیں ان میں وہ مسلمانوں کے خلاف شریک رہے، انہوں نے خاص طور پر غزوۂ احد میں اپنی مخالفانہ حکمت عملی سے بہت نقصان پہونچایا، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ کے ساتھ وہ بھی اسلام سے مطمئن ہو کر مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے اور پھر اپنی سپہ سالاری اور فوجی قیادت پوری بہادری کے ساتھ صرف کرتے رہے، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کارگزاری سے خوش ہو کر سیف اللہ کا خطاب دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ان کو جنگی مہمات میں خصوصی امتیاز حاصل رہا اور بڑی کامیابیاں حاصل کیں، ان کی قیادت میں شام بھی فتح ہوا، یہ بھی قبیلۂ مخزوم کے فرد تھے، جس کے کئی لوگوں کی اسلام سے عداوت مشہور رہی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حمص میں (شام) میں ۲۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ میں ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی سعادت ملی، اس لیے سب سے زیادہ حدیثیں بھی انہی

www.abulhasanalinadwi.org

سے مروی ہیں، اللہ نے ان کو حفظ وبیان کی اعلیٰ درجہ کی صلاحیت عطا فرمائی تھی، ان کی یہ صلاحیت دین وشریعت کے تحفظ میں بڑی کام آئی۔ اچھی عمر پائی، زمانہ کے بڑے نشیب وفراز دیکھے اور امت کی رہنمائی کا کام انجام دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان چار مشہور صحابہ میں سے ہیں جن کو قرآن مجید کا علم خصوصی طور پر عطا ہوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے قرآن مجید سیکھنے کو فرمایا تھا، انصار کے قبیلۂ خزرج سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن مجید سناؤں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الانصار کا خطاب دیا تھا، مدینہ طیبہ میں ۱۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام عبد اللہ بن قیس ہے، قبیلۂ اشعر کے فرد تھے، مکہ میں اسلام لائے اور اسلام قبول کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا ساتھ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد حاصل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اسلامیہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا اور وہ معروف صحابہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ حبشہ ہجرت کی تھی، پھر وہاں سے مدینہ حاضر ہوئے تھے، مکہ معظّمہ میں ۵۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوسفیان ومعاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

صخر بن حرب بن امیہ نام ہے، قریش کے ان سرداروں میں تھے جن کے ذمہ جنگوں میں قیادت سپرد کی جاتی تھی، چنانچہ مسلمانوں سے قریش کی جنگوں میں انہوں نے بڑی قیادت کی، وہ قریش کی شاخ بنی امیہ میں تھے، جس میں تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تھے اور بنی امیہ کی شاخ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا کی چچازاد شاخ تھی اس طریقہ سے مزید قریبی قرابت بھی تھی، ان کی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں، لیکن قریش کے جنگی قائد ہونے کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے خلاف قیادت کرتے رہے، اور فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کے مکہ پہنچنے سے پہلے وہ اسلام لے آئے، اور پھر اسلام کے وفادار رہے، اور مخلص صحابی کی حیثیت سے

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی گزاری، ان کے صاحبزادے حضرت معاویہ بن ابی سفیان تھے۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما خلافت راشدہ کے بعد خلیفہ ہوئے اور بنی امیہ کا دورِ حکومت وخلافت ان سے شروع ہوا، انہوں نے بہت حکمت عملی اور سیاسی سوجھ بوجھ کے ساتھ حکومت کی اور اسلامی عظمت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی، ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں شام کا گورنر بنایا تھا جہاں انہوں نے اپنی ذمہ داری اچھے انداز سے پوری کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات تک قائم رہا۔

www.abulhasanalinadwi.org

چند کم عمر صحابہ

کم عمر صحابہ میں جن کو بچپن سے اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی حاصل ہوئی، ان کی بھی ایک اچھی تعداد ہے، ان میں جن کو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی رہنمائی اور تربیت کے نتیجہ میں دین کا جو فہم حاصل ہوا اس میں انہوں نے دوسروں کو بہت فائدہ پہونچایا اور اس وقت جو دین کی معلومات کا جو سرمایہ ہے ان کے حصول میں خاص طور پر ذریعہ بنے، ان میں خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک اور حضرت اُسامہ بن زید اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلق رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

ان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گرچہ چچازاد بھائی تھے، مگر ایک طرح سے اولاد کے مثل تھے، ان کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں تھیں اور انہیں اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بار بار حاضر ہونے کا موقع ملتا رہتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر خوش ہو کر یہ دعا دی تھی کہ "اللّٰهُمَّ عَلِّمه الحِكمَة" (سنن ترمذی) چنانچہ وہ جماعت صحابہ میں اس وصف میں ممتاز ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے مشورہ لیتے اور ان کو بعض اکابر صحابہ پر اس سلسلہ میں فوقیت دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جنہیں حضور ﷺ کا قرب و اعتماد حاصل ہوا، ان کی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان سے حضور ﷺ نے ان کے ان بھائی کی تعریف بھی فرمائی تھی اور صالح فرد کہا تھا، وہ علم و تفقہ میں بھی ایک مقام رکھتے تھے، اس میں ان سے بعض صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے استفادہ بھی کیا، حضرت نافع

www.abulhasanalinadwi.org

استاد امام مالک ان کے خاص شاگرد ہیں۔ مکہ معظمہ میں ۲۷ھ کو ۸۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کم عمری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کر کے آپ پر مر مٹے، طرز عمل، طور وطریق، اخلاق وکردار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے قریب تر تھے اور علم وتفقہ میں بھی بہت بڑھے ہوئے تھے، فقہ حنفی کا بڑا مرجع ان کا علم وفقہ ہے۔ ۳۲ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۶۰ سال سے زائد تھی وفات پائی، سابقین اولین میں ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

انس بن مالک بن النضر نام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہ اس وقت دس سال کے تھے، خدمت گزاری کے لئے پیش کئے گئے، چنانچہ دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی اور اس پوری مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کبھی سخت سست نہیں کہا، بلکہ اخلاق وسلوک ہی برتا اور بڑی دعائیں دیں، جس کے اثرات وہ پوری عمر محسوس کرتے رہے، سو سال سے زائد عمر پائی، بصرہ میں ۹۱ھ میں انتقال کیا۔

حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما

یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے چہیتے نواسے ہیں، جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف اونچی توقعات تھیں بلکہ ان کے سلسلہ میں بشارت کے جملے بھی سنائے اور فرمایا کہ " الحسن والحسين سيد شباب أهل الجنة" کہ یہ نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے، ان دونوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت بھی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے بھی سنا گیا کہ " هذان أبنائي وابنا ابنتي اللّٰهم إني أحبّهما فأَحِبّهما وأَحِبَّ من يُحِبُّهما" کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان دونوں سے محبت فرمایئے، اور جوان دونوں کو چاہے آپ بھی چاہیئے (۱)۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ چہیتے غلام حضرت زید بن حارثہ کے صاحبزادہ

(۱) سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما

www.abulhasanalinadwi.org

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں، ان کو "حِبّ رسول اللہ" کہا جاتا تھا، وفات سے پہلے ایک لشکر کی قیادت انہی نے کی تھی۔ مدینہ طیبہ میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

یہ تھے مسلمانوں کے اسلاف جن کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے اور عمل صالح کی رغبت ہوتی ہے، ان کی سیرتیں، ان کے حالات ہماری نئی نسلوں کے سامنے آتے رہنا چاہیئے، تاکہ ان سے استفادہ ہوسکے۔ مثال کے طور پر چند صحابہ کے مختصر حالات ذکر کیئے گئے، صحابہ کی جماعت کا ہر فرد اپنی جگہ ایک امت تھا، حضرت ابودجانہ، حضرت خبیب، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت کعب بن مالک، حضرت حسان بن ثابت، حضرت زید بن ثابت، حضرت عمار بن یاسر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت انس بن النضر (رضی اللہ عنہم جمیعاً) ان سب کے عظیم کارنامے اور قربانیاں کسی سے مخفی نہیں۔

اور اسی طرح صحابیات میں امہات المومنین یعنی ازواج مطہرات کو اور بنات طاہرات کو چھوڑ کر کہ جنہوں نے دین کو تقویت پہنچانے اور حضور ﷺ کو راحت دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور حوصلہ مندی وعالی ہمتی سے کام لیا، صحابیات میں اور بھی ایسے نام ملتے ہیں، جیسے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جو اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، ضعیف بوڑھی تھیں، مگر ابوجہل نے اسلام کی دشمنی میں ان کی شرمگاہ پر برچھی مار کے شہید کردیا، پھر حضرت خنساءؓ کی بہادری کی مثال دی جاتی ہے کہ جن کے چار جوان بیٹے شہید ہوگئے اور وہ صبر واستقامت کا پہاڑ بنی رہیں، اسی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو کہ حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ جو کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ہیں، ان کے علاوہ حضرت ام ہانیؓ، حضرت ام ایمنؓ کی خدمات کے ذکر سے کتب سیرت خالی نہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطاء کرنے اور خوب خوب رحمتیں ان پر نازل فرمائے، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

www.abulhasanalinadwi.org